بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شہید عُلمائے حق

حالاتِ زندگی

شہید اوّلؒ شہید ثانیؒ

شہید ثالثؒ شہید رابعؒ

الحاج علامہ سید ضمیر اختر نقوی

مکتبہ زید شہید گلشن اقبال کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شہید علمائے حق

حالاتِ زندگی

شہید اوّلؒ شہید ثانیؒ
شہید ثالثؒ شہید رابعؒ

الحاج علامہ سید ضمیر اختر نقوی

مکتبہ زید شہید گلشن اقبال کراچی

کتاب: شہیدان علمائے حق

اہتمام: سید طاہر رضا زیدی

تحریر: علامہ سید ضمیر اختر نقوی

ہدیہ:

مطبع:

طبع اول: ۱۹۹۳ء

اس کتاب کی طباعت اور اشاعت، ذمہ داری اور کل مصارف سید طاہر رضا زیدی کی طرف سے ہیں۔ ان کے مرحوم سید امیر حیدر زیدی مرحوم ابن سید ہاشم علی مرحوم و سیدہ نفیسہ بیگم مرحومہ بنت سید ابن حسن زیدی مرحوم کے ایصال ثواب کے لئے کتاب یہ وقف کی جاتی ہے

فہرست ابواب

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر

صفحہ نمبر	مضامین	نمبر شمار
۱۱۵	مفتی محمد قلی صاحب سے مراسلات	۵۴۔
۱۱۵	مخالفین کا عناد	۵۵۔
۱۱۶	واقعۂ قتل	۵۶۔
۱۱۷	ایک خواب	۵۷۔
۱۱۸	مرقد مطہر	۵۸۔

حرف حق

میرے کرم فرما ممتاز ادیب و خطیب علامہ سید ضمیر اختر نقوی صاحب نے جن بے نیازانِ دنیا اور نیاز مندانِ حق کا تذکرہ پیش کیا ہے۔ ان کے زہد، تقشف، استغراق استہلاک باطنی، انقطاع حقیقی، کمال مرتبۂ عرفان و محبت الٰہی، اعمال صالحہ و حقہ اور ترک ماسوی اللہ ہر دوست و دشمن پر روز روشن کی طرح واضح تھا۔ ان حضرات کے وصال کو کافی عرصہ گزر گیا لیکن جملہ عشاق حق کی طرح ان کے ذکر میں آج بھی یہ تاثیر نہیں معلوم ان کی پاک سیرت اور پاک صحبت کی گہرائی اور دلربائی کا کیا حال ہوگا۔

ہرگز نہ میرد آنکہ دلش زندہ شد بہ عشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

تجربہ شاہد ہے کہ بزرگان دین کی حکایات و روایت میں بھی ایک خاص نور ہوتا ہے جو سننے والے پر کسی درجے میں وہی اثر ڈالتا ہے جو ان بزرگوں کی صحبت سے

حاصل ہوتا ہے اس لیے ہمیشہ بزرگان دین نے ایسی حکایات اور روایات کے جمع
کرنے اور شائع کرنے کا اہتمام کیا ہے۔ زیر نظر کتاب اسی مقصد کے لیے لکھی گئی ہے۔ صحبت
ایسی قوی التاثیر اور سریع الاثر شے ہے کہ ذرا سی دیر میں آدمی کو کہیں کا کہیں پہنچا دیتی
ہے۔ کیوں نہ ہو صحبت تو وہ چیز ہے کہ روحانیت سے گزر کر مادیات تک میں اپنا اثر دکھلاتی
ہے۔ چنانچہ سعدی فرماتے ہیں ؎

گلے خوشبوئے در حمام روزے	رسید از دست محبوبے بدستم
بدو گفتم کہ مشکے یا عبیری	کہ از بوئے دلآویز تو مستم
بگفتا من گلے ناچیز بودم	ولیکن مدتے با گل نشستم
جمال ہمنشیں در من اثر کرد	وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

حضرت رسول خدا صلعم اور ان کے بعد حضرات آئمہ طاہرین صلوٰۃ اللہ اجمعین
نے اس راز کو خوب سمجھا اور مستفیدین وطالبین کی اصلاح کے لیے صحبت نیک کو ضروری
قرار دیا ہے اور مختلف عنوان سے اس کی اہمیت کو مؤکد کیا ہے۔

حضرت صادق آل محمد امام جعفر ابن محمد علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔
"جب خدا کسی بندے سے نیکی کا ارادہ کرتا ہے تو اس کو علم دین عطا کرتا ہے۔"

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔
"عالموں کے ساتھ مزبلوں (کوڑا گھر) پر بیٹھنا بہتر ہے جاہل کے ساتھ
مسندوں پر۔"

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا۔
"ایک عالم کی صحبت میں بیٹھنا ایک سال کی عبادت سے بہتر ہے۔"

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔
"لوگ اس لیے ہلاک ہوتے ہیں کہ وہ عالم سے سوال نہیں کرتے۔"

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔
"علمی صحبت میں بیٹھ کر علمی مذاکرہ کرنے کا ثواب قبولیت نماز کے ثواب کے
برابر ہے۔"

اور چونکہ یہ ظاہر ہے کہ ہر شخص اپنی ناداری و کم مائگی یا مشاغل کی وجہ سے اس
پر قادر نہیں ہے کہ بال بچوں اور روزگار کو چھوڑ کر دور دراز کے سفر کی مشقت
اور کرایہ و زاد راہ کے اخراجات کو برداشت کر سکے۔ بلکہ بہت لوگ اپنی بے کسی
ناداری یا دور افتادگی یا دوسروں کی ملازمت وتابعداری کی وجہ سے ایسے ناچار
ومجبور ہیں کہ گھر اور ملازمت چھوڑ کر تھوڑا وقت بھی بزرگوں اور اللہ والوں کی صحبت
کے لیے نہیں نکال سکتے۔ یا وہ مدت نفع تام کے لیے ناکافی ہوتی ہے۔ اس لیے بزرگان
ملت نے ایسے لوگوں کے لیے بطور مکافات بزرگوں کی حکایات وملفوظات اور ایسے
حضرات جو صحبت نیک سے محروم ہیں ان کے لیے ایسی کتابوں کا مطالعہ ہی صحبت نیک
کا قائم مقام ہے اور مواعظ کا مطالعہ تجویز فرمایا ہے۔ حضرت عارف شیرازی کا یہ شعر
اسی حالت پر محمول ہے ؎

در ایں زمانہ رفیقے کہ خالی از خلل است — صراحیٔ مے ناب و سفینۂ غزل است

صحبت نیکاں اگر یک ساعت است — بہتر از صد سالہ زہد و طاعت است

ہر کہ خواہد ہمنشینی با خدا — گو نشیند در حضورِ اولیا

یک زمانہ صحبت با اولیا — بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

گر تو سنگِ خارہ و مرمر شوی — چوں بصاحبدل رسی گوہر شوی

صحبت صالح ترا صالح کند — صحبتِ طالح ترا طالح کند

علمائے کرام نے اپنی علمی کتابوں میں اور شعرائے عظام نے پاکیزہ صحبت کو علم کا جزو اعظم قرار دیا اور حدیثوں میں اس کی تاکید فرمائی گئی ہے۔

مقامِ امن و مئے بے غش و رفیق شفیق — گرت مدام میسر شود زہے توفیق

چنانچہ زمانہ سلف سے یہ معمول جاری ہے کہ بزرگوں کی حکایات و ملفوظات اور حالات کو جمع کر کے کتابی صورت میں شائع کر دیا جاتا ہے جیسا کہ کتاب قصص الانبیاء، روض الریاحین، تذکرۃ الاولیاء، حکایات الصالحین، سب اسی موضوع پر لکھی گئی ہیں۔ اور ہمیشہ حضرات مشائخ طالبین کو ان کے مطالعے کی ترغیب و تاکید فرماتے رہے ہیں چونکہ یہ طبعی امر ہے کہ جن بزرگوں سے انسان کو خاندانی انتساب اور محبت ہوتی ہے ان کی حکایات و حالات سے خاص انس اور ان کے اعمال و اقوال کے اتباع کی جانب خاص کشش ہوتی ہے:

لیکن اب تک کسی ادارے نے ایسی کتابیں شائع نہیں کیں کہ جن کتابوں

میں علامہ یعقوب کلینیؒ، علامہ شیخ صدوقؒ، علامہ سید رضیؒ، علامہ شیخ مفیدؒ، علامہ ابن شہر آشوبؒ، علامہ محقق طوسیؒ، علامہ حلیؒ، علامہ شہید اولؒ، علامہ شہید ثانیؒ، علامہ شہید ثالثؒ علامہ باقر مجلسیؒ، مولوی عمران مآب، آقائے محسن الحکیمؒ، آقائے میر بروجردیؒ، آقائے خمینیؒ آقائے خوئی کے تفصیلی حالات زندگی تحریر ہوتے۔ مکتبہ زید شہید نے یہ عزم کیا ہے کہ انشاءاللہ ان تمام علمائے کرام پر تفصیلی کتابیں شائع کی جائیں۔ اسی سلسلے میں قاضی نوراللہ شوستری اور آیت اللہ خوئی پر کتابیں چھپ چکی ہیں اور اسی سلسلے کی ایک کڑی یہ کتاب ہے یعنی شہیدان علمائے حق (شہدائے اربع) شہید اول، شہید ثانی، شہید ثالث، شہید رابع کے حالات زندگی، علمی ادبی خدمات اور وجہ شہادت کے موضوع پر ملک کے ممتاز ادیب و خطیب علامہ سید ضمیر اختر نقوی نے روشنی ڈالی ہے۔ شہیدوں کی فضیلت قرآن کی آیات میں مذکور ہے۔

جو لوگ راہ خدا میں مارے گئے انہیں مردہ نہ کہنا بلکہ وہ زندہ ہیں مگر تم ان کی زندگی کی حقیقت کا کچھ بھی شعور نہیں رکھتے (سورہ بقرہ ۱۵۴)

جو لوگ راہ خدا میں شہید ہو گئے انہیں ہرگز مرا نہ سمجھنا بلکہ وہ لوگ جیتے ہیں اپنے پروردگار کے یہاں سے طرح طرح کی روزی پاتے ہیں۔

(سورہ آل عمران ۱۶۹)

اسلام نے جہاد میں قتل ہونے والوں کو شہید کا رتبہ دیا ہے اور معصومینؑ نے

جہاد کی تین قسمیں بیان کی ہیں، جہاد بالسیف، جہاد باللسان، جہاد بالقلم، علمائے حق تا حیات جہاد بالقلم کرتے رہے۔ جہاد بالقلم کے شہیدوں میں پہلی شہادت شہید اول کی ہوئی اور اسی راہ میں شہید ثانی، شہید ثالث اور شہید رابع شہید کئے گئے۔ ان شہداء کے کارنامے بھی عظیم ہیں اور شہادت بھی عظیم ہے اس لئے ان کو ان القابات سے پکارا جاتا ہے ورنہ اور شہداء کی بھی شہادت ہوئی ہے۔ ان علمائے حق کے اسمائے گرامی کی فہرست آخر میں شامل کر دی گئی ہے ان کے حالات زندگی پر الگ کتاب ترتیب دی جا رہی ہے انشاء اللہ جلد ہی شائع کی جائے گی۔

جاں نثاروں نے تہِ کر دیئے جنگل آباد
خاک اڑتی تھی شہیداں وفا سے پہلے (نجم آفندی)

خاکپائے غلامان محمدؐ و آل محمدؐ
سید علی محمد رضوی

ابتدائیہ

بعد ادائے شکر خالقِ کون و مکان و درود و تحیت حضرت رسول دو جہاں و آل اطہار نبی آخر الزماں یہ بات سب پر آشکار ہے کہ باطل ہر دور میں حق سے برسرِ پیکار رہا ہے اور مذہب حق کے افراد پر جو مظالم ہوئے ہیں اور جس بیدردی سے ہر دور کے ظالم حکمرانوں نے شیعہ افراد پر جو ظلم و ستم کئے ہیں وہ ہر درد مند دل کو خون کے آنسو رلاتے رہیں گے۔ خصوصاً دور بنی امیہ اور بنی عباس میں تو مظالم کی انتہا ہو گئی تھی۔ چونکہ چوتھی صدی ہجری کے ابتدائی دور میں امام عصر علیہ السلام ظاہر بظاہر موجود تھے یا غیبت صغریٰ کا زمانہ تھا اس لئے اس دور کے شہداء کو اگر شمار میں نہ لایا جائے تو پھر بھی ان کی ایک طویل فہرست ہو جاتی ہے۔ جن میں سے چند مشہور ہوئے جو آج بھی شہدائے اربعہ کے نام سے معروف ہیں۔ ان چار شہداء میں سے دو یعنی شہید اول اور شہید ثانی سرزمین روم پر شہید کئے گئے

اور باقی دو شہید ثالث اور شہید رابع کے مزار ہندوستان میں ہیں۔

ہندوستان میں شہید ثالث اور شہید رابع کے علاوہ اور بھی بہت سے علماء و مومنین درجہ شہادت پر فائز ہوئے ہیں جن میں شیخ جلیل ملا احمد جو اکبر کے دور حکومت میں لاہور میں، ۹۹۶ھ میں شہید کئے گئے اور فاضل جلیل ابو الفضل جو یکم ربیع الاول ۱۰۱۱ھ میں شہید راہ حق ہوئے۔

شہداء کے موضوع پر جناب علامہ عبد الحسین امینی تبریزی اعلی اللہ مقامہ نے ایک مستقل کتاب تحریر کی ہے جو شہداء الفضیلۃ کے نام سے مطبع غری نجف اشرف میں ۱۳۵۵ھ میں زیور طبع سے آراستہ ہو چکی ہے اس میں دنیائے شیعت کے ایک سو چھتیس ۱۳۶ ایسے افراد کے حالات تحریر ہیں جو شرف شہادت سے سرفراز ہوئے۔ یہ سب شہداء لباس فضل و شرف سے آراستہ تھے۔ تاج کمال زیب سر کئے ہوئے زیور علم و زہد و تقویٰ سے مزین تھے۔

اگر کتب رجال و تاریخ کی ورق گردانی کی جائے تو اور بھی بہت سے ایسے افراد ملیں گے جو جرم شیعت میں موت کے گھاٹ اتارے گئے۔ ان کی تعداد اس سے کہیں زیادہ ہوگی جسے علامہ امینی نے اپنی کتاب "شہداء الفضیلۃ" میں تحریر فرمایا ہے۔ اس لئے کہ جناب علامہ امینی نے صرف عالم شہداء راہ حق کے حالات قلمبند کئے ہیں۔

شہدائے ایمان

تاریخ اسلام کا ایک معمولی طالب علم بھی ہمارے ساتھ اس نظریہ میں اتفاق کرے گا کہ اسلام کی حفاظت اور نشر و اشاعت میں جہاں رسولؐ اور اہلبیتِ رسولؐ نے ہر قسم کی قربانیاں دی ہیں وہاں اُن کے نام لیواؤں نے بھی اپنی جانیں تک نثار کرنے سے کبھی دریغ نہیں کیا۔ تاریخ اسلام کے اوراق گواہ ہیں کہ ہمارے بزرگوں نے اعلائے کلمۃ الحق کے لیے اپنی زبانیں گُدّیوں سے کھنچوائیں، اپنے ہاتھ قلم کروائے، اپنی گردنیں نثار کیں، اپنے خون سے دیواریں بنوائیں اور دیواروں میں زندہ چُن جانا قبول کیا اور وہ قربانیاں دیں کہ جن کے تصور سے آج ہمارے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں لیکن تبلیغ دین سے منہ نہ موڑا۔

علامۂ اکبر محققِ اعظم حضرت امینی دام ظلہ کی تالیف "شہداء الفضیلۃ" میں جن شہید علمائے عظام کا ذکر ہے اُن کے اسمائے گرامی کی مکمل فہرست اگلے صفحات پر درج ہے۔ ان علماء کے حالات پر ایک مکمل کتاب کی ضرورت ہے۔

ترتیب

نمبر شمار	اسمائے مبارکہ شہدائے ایمان	نمبر شمار	اسمائے مبارکہ شہدائے ایمان
۱	حضرت السید الامام ابو محمد الحسن الناصر الکبیر	۱۳	حضرت حسن بن مفضل راہبر مزی
۲	〃 شیخ المحدثین ابوالحسن علی الکلینی	۱۴	〃 ابو المحاسن
۳	〃 علامہ شیخ حسن انطاکی	۱۵	〃 محمد بن حسن مفتال
۴	〃 حافظ بدیع الزماں	۱۶	〃 حسین بن خطیب دلوندی
۵	〃 ابوالحسن علی بن عبد اللہ	۱۷	〃 حسین بن علی طغرائی
۶	〃 ابن ہانی اندلسی	۱۸	〃 الامیر کیکاؤس طبری
۷	〃 ابو فراس الحمدانی	۱۹	〃 امین الاسلام طبری
۸	〃 ابوالحسن علی بن فرات	۲۰	〃 مجد الدین الحسینی
۹	〃 ابوالحسن البتامی	۲۱	〃 ابوالقاسم یحییٰ
۱۰	〃 ثابت بن اسلم	۲۲	〃 حسن بن عبد الکریم القزوینی
۱۱	〃 شیخ عبد الکریم قزوینی	۲۳	〃 الشیخ خلیفہ
۱۲	〃 ابوالحسن احمد کندی	۲۴	〃 الشیخ حسن بن عبد الکریم

نمبر شمار	اسمائے مبارکہ شہدائے ایمان	نمبر شمار	اسمائے مبارکہ شہدائے ایمان
۲۵	حضرت شیخ زین الدین	۴۲	حضرت محمود بن ابراہیم شیرازی
۲۶	〃 ابوالحسین الغسانی	۴۳	〃 محمد بن مکی
۲۷	〃 جمال الدین الہمدانی	۴۴	〃 علی بن ابی الفضل الحلی
۲۸	〃 علائی بن زنبیک	۴۵	〃 عماد الدین شیرازی
۲۹	〃 شہاب الدین میکالی	۴۶	〃 محمد الشیرازی
۳۰	〃 محمد بن یوسف المکی	۴۷	〃 السید عبد الباقی
۳۱	〃 شیخ صفی بن محاسن	۴۸	〃 محمد طالب
۳۲	〃 کمال الدین اصفہانی	۴۹	〃 غیاث الدین
۳۳	〃 تاج الدین آوی	۵۰	〃 السید شریف بن تاج الدین
۳۴	〃 جمال الدین محمد	۵۱	〃 علامہ علی کرکی
۳۵	〃 بدر الدین نقیب الاشرف	۵۲	〃 عماد الدین طوسی
۳۶	〃 الشیخ حسن بن محمد الکاکینی	۵۳	〃 فاضل خان میرزا
۳۷	〃 تاج الدین نصر بن صادق	۵۴	〃 المولیٰ بنائی
۳۸	〃 جلال الدین باخی	۵۵	〃 سید عبد الوہاب
۳۹	〃 غیاث الدین	۵۶	〃 احمد بن نصر اللہ سندی
۴۰	〃 حسن بن سعید	۵۷	〃 ابوالحسن الفراہانی
۴۱	〃 السید شاہ فضل	۵۸	〃 زین الدین الشہید الثانی

نمبر	نام	نمبر	نام
۵۹	قاضی جہاں قزوینی	۷۶	حضرت علامہ السید محمد
۶۰	عز الدین	۷۷	،، الفقیہ علی
۶۱	،، فضل اللہ الخراسانی	۷۸	،، علی اکبر طالقانی
۶۲	،، شہاب الدین الخراسانی	۷۹	،، میرزا ابا ہاشم ہمدانی
۶۳	،، ملا احمد الہندی	۸۰	،، زکی کرمانشاہی
۶۴	،، قاضی نور اللہ شوشتری	۸۱	،، محمد علی الشیرازی
۶۵	،، زین العابدین کاشی	۸۲	،، محمد مہدی مازندرانی
۶۶	،، السید محمد مومن	۸۳	،، آقا حسین خاتون آبادی
۶۷	،، سلطان حسین	۸۴	،، شیخ محمد بلادی
۶۸	،، الشیخ حسین تنکابنی	۸۵	،، علی زنجانی
۶۹	،، الشیخ ابو الفضل	۸۶	،، آقا محمد رضا شیرازی
۷۰	،، الشیخ علی الحر	۸۷	،، محمد حسین
۷۱	،، حضرت ابو الفتح الحارثی	۸۸	،، شیخ صادق بغدادی
۷۲	،، میرزا مہدی الشیرازی	۸۹	،، میر محمد ہاشم شاہ
۷۳	،، میرزا ابراہیم خوزانی	۹۰	،، شیخ یوسف حصری
۷۴	،، محمد باقر خاتون آبادی	۹۱	،، السید بیت اللہ
۷۵	،، محمد رضی قزوینی	۹۲	،، سید احمد مقدس

نمبر	نام	نمبر	نام
۹۳	حضرت سید محمد عاملی	۱۱۰	حضرت محمد تقی ہمدانی
۹۴	،، زین عاملی	۱۱۱	،، الشیخ علی بجنوری
۹۵	،، صالح اسیلی	۱۱۲	،، میرزا ابراہیم خوئی
۹۶	،، محمد مہدی اصفہانی	۱۱۳	،، جلیل تبریزی
۹۷	،، عبد الصمد ہمدانی	۱۱۴	،، محمد باقر الشیرازی
۹۸	،، شیخ حسین آل عصفور	۱۱۵	،، فضل اللہ نوری
۹۹	،، میرزا محمد دہلوی	۱۱۶	،، الشیخ علی احسائی
۱۰۰	،، سید محمد علی آقا مجتہد	۱۱۷	،، شیخ حسن زنجانی
۱۰۱	،، سید علی عاملی	۱۱۸	،، آقا میر رشتی
۱۰۲	،، محمد تقی برقانی	۱۱۹	،، شیخ علی رشتی
۱۰۳	،، غلام رضا بیرجندی	۱۲۰	،، سید عبد اللہ بہبہانی
۱۰۴	،، محمد حسین الاعسم	۱۲۱	،، میرزا محمود دامغانی
۱۰۵	،، رضا استرآبادی	۱۲۲	،، میرزا حسن سبزواری
۱۰۶	،، السید حسین البہبہانی	۱۲۳	،، السید محمد خلخالی
۱۰۷	،، شیخ ابراہیم عاملی	۱۲۴	،، الشیخ محمود بروجردی
۱۰۸	،، محمد علی قندہاری	۱۲۵	،، الشیخ حسن بہبودی
۱۰۹	،، السید علی تقی	۱۲۶	،، ابو تراب بحرینی

۱۲۷	حضرت عبدالغنی بادکوبی	۱۳۷	حضرت السید محمد کوتہ
۱۲۸	" السید محمد	۱۳۸	" عادل لاری
۱۲۹	" الشیخ حنیفہ	۱۳۹	" ابواحمد محمد بن عبدالنبی
۱۳۰	" میرزا عبدالکریم تبریزی	۱۴۰	" الشیخ محمد رضا الغومردی
۱۳۱	" السید مرتضیٰ ذوالشرفین	۱۴۱	" فریدون بن جلال شیرازی
۱۳۲	" مجدالدین بن الصاحب	۱۴۲	" محمود بیرد جرودی
۱۳۳	" محمد بن ابی العباس	۱۴۳	" عبداللہ بن حسین
۱۳۴	" الشیخ محمد شیخ کرک نوح	۱۴۴	" محسن بن شیخ عبداللہ
۱۳۵	" حسن بن محمد بن ابی بکر	۱۴۵	" عبداللہ بن اسماعیل
۱۳۶	" علی بن ابی الفضل	۱۴۶	" الشیخ علی الشیرازی

حالات وخدمات

شہید اوّل رح

علّامہ شیخ شمس الدین

نام :- شیخ شمس الدین

لقب :- شہید اوّل

شجرہ :- شیخ شمس الدین بن محمد بن مکی بن محمد بن حامد عاملی

ولادت :- ۷۳۴ھ / ۱۳۳۳ء

تصنیف :- اللمعتۃ الدمشقیہ

شہادت :- ۹ جمادی الاوّل ۷۸۶ھ / ۱۳۸۴ء بروز جمعرات

مقامِ شہادت : دمشق (شام)

سن مبارک :- ۵۲ برس

شہید اوّل رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا اسم مبارک شیخ شمس الدین محمد بن مکی بن محمد بن حامد عاملی ہے۔ اور آٹھویں صدی ہجری کے مایۂ ناز و شہرۂ آفاق شیعہ علماء میں شامل تھے اور ایک ہزار فقہا کے اجازات آپ کے پاس موجود تھے آپ قریہ جزین جبل عامل کے رہنے والے تھے اور تحصیل کمالات علمیہ کے بعد مزید تکمیل کے لئے عراق آئے اور علامہ حلی کے تلامذہ سے تقریباً سات ماہ تک تحصیل علم کرتے رہے۔ صاحب شہداء الفضیلہ صـ ۸۲ پر تحریر فرماتے ہیں کہ شہید اول ۷۳۴ھ میں پیدا ہوئے اور ۹ جمادی الاول ۷۸۶ھ بروز جمعرات چاشت قبل زوال آفتاب کے شہید ہوئے مزید حالات تحریر کرتے ہوئے صـ ۸۶ پر تحریر فرماتے ہیں کہ شہید اول نے ابن خازن کو جو اجازہ تحریر فرمایا ہے اس میں تحریر ہے کہ میں نے مکہ و مدینہ دار السلام بغداد و مصر و دمشق و بیت المقدس کے چالیس علماء اہل سنت

سے ان کے مصنفات و مرویات کے روایات کا اجازہ حاصل کیا ہے۔

تحصیل علم کے لئے محنت

جس زمانے میں آپ کتاب "جامی" پڑھ رہے تھے محنت کا یہ عالم تھا کہ شب کو مطالعہ کرتے وقت تانبے کا ایک پیالہ آگ کے قریب رکھ لیتے تھے جب نیند آنے لگتی تو اس گرم پیالے کو سر پر رکھ لیا کرتے تھے جس سے سر کو تکلیف محسوس ہوتی تھی اور نیند اڑ جایا کرتی تھی اکثر گرم پیالہ سر پر رکھنے سے سر کے بال اڑ گئے تھے اور دوبارہ نہیں جمے۔

کمالات وکرامات

صاحب قصص العلماء نے ص ۱۷۷ پر کمالات وکرامات شہید اول میں حسب ذیل باتیں تحریر کی ہیں۔

(۱) ایک ہزار فقہا کرام مشہور و معارف سے اجازات حاصل کئے۔

(۲) کتاب "لمعہ" کو قلعہ دمشق میں قید کے دوران صرف ایک ہفتے میں تصنیف کیا جہاں کتاب "مختصر النافع" کے علاوہ اور کوئی کتاب موجود نہیں تھی۔ کل ابواب فقہ کو صرف ایک ہفتہ میں تحریر کرنا جلیل ترین کمالات میں شامل ہے۔

(۳) صاحب امل تحریر فرماتے ہیں کہ جو شخص قتل کے لئے قید کیا جائے اور

اور ہفتہ بھر میں "لمعہ" جیسی جلیل القدر کتاب لکھے جو نہایت متین مہذب اور بہترین ہے یہ دلیل کمال و جلالت مصنف ہے۔

(۴) علماء نے تحریر کیا ہے کہ زمانہ قید میں روزانہ علماء اہل سنت حاضر ہوا کرتے تھے لیکن جس دن سے "لمعہ" کی تصنیف شروع کی اس دن سے تصنیف کے آخر دن تک کوئی کسی عالم دین حاضر خدمت نہیں ہوا کہ جس سے یہ راز ان پر منکشف ہوتا۔

(۵) جب آپ کو شہید کرنے کے لئے لے جا رہے تھے تو آپ نے راستے میں ایک رقعہ آسمان کی طرف پھینکا جس پر "رَبِّ اِنِّی مَغْلُوبٌ فانتصر" (ترجمہ: پالنے والے مجھ پر دشمنوں نے غلبہ پالیا ہے تو میری امداد کر) تو فوراً جواب ملا۔ کنت عبدی فاصطبر (ترجمہ: اگر تم میرے بندے ہو تو صبر کرو) یہ واقعہ تحریر کرکے صاحب کتاب تحریر فرماتے ہیں کہ اسے میں نے لوگوں سے سنا ہے کہیں لکھا ہوا نہیں دیکھا۔

اسباب شہادت

شہید ثالث قاضی نور اللہ شوستری اپنی کتاب "مجالس المومنین" میں شہید اول کے حالات تحریر کرتے ہیں کہ قاضی دمشق ابن جماعت جو ایام جوانی میں شہید اول کا ہم درس بھی تھا اس نے جب دیکھا کہ اس زمانے کے مشاہیر علماء، حنفی مالکی، حنبلی و شافعی و شیعہ سب آپ سے استفادہ علوم کرتے ہیں تو کسی و کوششیں

کیں کہ دمشق کا منصب قضاء اس کے سپرد ہو جائے چنانچہ وہ قاضیٔ دمشق ہو گیا۔
لیکن پھر بھی اہل علم جناب شہید اول ہی کے درس میں آتے تھے اور وہ لوگ
جناب شہید پر ہی اعتماد و اعتبار کرتے تھے۔ چنانچہ ابن جماعت نے رشک و
حسد کے سبب آپ پر رفض و شیعت کا الزام لگایا اور آپ کے قتل کا فرمان
والیٔ شام سے جس کا نام بیدر تھا حاصل کیا۔

جس دن جناب شہید اول کو قتل کے لئے لائے اور جلاد قتل پر آمادہ
ہوا تو ابن جماعت نے آپ کے ہم درس ہونے کے واقعات کو یاد کرکے رونا
شروع کیا۔ شہید اول نے جب اس کی ریاکاری کے گریہ کو ملاحظہ کیا تو فرمایا کہ
تیری ماں نے تیرا نام ابن جماعت غلط نہیں رکھا۔

جناب شہید اول کو جمعرات کو بوقت چاشت ۹ جمادی الاول ۷۸۶ھ کو مقام
"رجبہ" قلعہ دمشق میں شہید کیا گیا اور قلعہ کے دروازے پر آپ کی لاش کو لٹکایا گیا اور
اسی دن عصر کے وقت لاش جلادی گئی۔

صاحب شہداء الفضیلۃ نے ص۹۳ پر روضات الجنات سے شہید اولؒ کے
فرزند ارجمند کی تحریر نقل کی ہے جسے انھوں نے ابن خازن حائری کے اس
اجازہ پر تحریر فرمایا تھا جس کو شہید اول نے اپنے قلم سے تحریر کیا تھا کہ اس
خط کے کاتب میرے والد ماجد شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن مکی شہادت
کے بعد آگ سے ۹ جمادی الاول ۷۸۶ھ ہجری کو مقام "رجبہ" قلعہ دمشق میں
جلا دیئے گئے۔

صاحب کتاب "اللؤلؤۃ" تحریر فرماتے ہیں کہ آپ کو تلوار سے قتل کے بعد
سولی دی گئی اور لاش جلادی گئی۔ شہر دمشق میں برقوق کے زمانے سلطنت میں
شہید کیے گئے آپ کے قتل کا فتویٰ برہان الدین مالکی اور عباد بن جماعت شافعی
نے دیا تھا۔

اولاد شہید اول

آپ کی اولاد امجاد اب بھی "جبل عامل" میں موجود ہے جس میں اس
زمانے کے نامور و شہرۂ آفاق علماء موجود ہیں۔

صاحب قصص العلماء نے ص۱۳۱ پر شہید کے تلامذہ میں ان کے دو بیٹوں
کا تذکرہ کیا ہے جن کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں۔

ابوالحسن ضیاء الدین

ابوطالب محمد

شہید اول کی دو بیٹیاں بھی صاحب علم و فضل و زہد و ورع تھیں اور فقیہ
اور صاحب اجازہ تھیں۔ ان میں سے ایک مکرمہ کے متعلق صاحب قصص العلماء
ص۱۳۱ پر تحریر فرماتے ہیں کہ ان کا نام فاطمہ تھا اور لوگ انھیں "سیدۃ المشائخ"
کہتے تھے وہ عالمہ و فاضلہ و فقیہہ و عابدہ تھیں۔ خود ان کے والد ماجد ان کی حمد و
ثنا کرتے تھے اور عورتوں کو حکم دیا کرتے تھے کہ ان کی اقتداء کریں اور احکام
میں ان کی طرف رجوع کریں۔ ظاہر ہے جس بیٹی کی شہید اول ایسے صاحب کمال

باپ اور ام علی جیسی فاضلہ و پرہیزگار و فقیہہ و عابدہ ماں کی آغوش میں تربیت ہوئی ہو اسے ایسا ہی ہونا چاہیے تھا۔

شہید اول کی خدمات علمیہ

شہید اول صاحب تصنیف و تالیف تھے اور ان کی تصنیفات کو علماء بڑی عظمت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ جن میں سے کتاب "لمعہ" کو صرف ایک ہفتے میں قید خانے میں تحریر فرمایا تھا۔ صاحب شہداء الفضیلہ نے موصوف کے چودہ تصنیفات کے اسماء تحریر کئے ہیں۔ جن میں سے اکثر فقہ میں سے ہیں اور بعض اصول فقہ سے تعلق رکھتی ہیں۔ آپ کی مشہور تصنیفات کی فہرست حسب ذیل ہے۔ سب سے پہلے آپ کی سب سے پہلی تصنیف تحریر ہے۔

(۱) غایۃ المراد فی شرح نکت الارشاد (۲) ذکری صرف کتاب الطہارت اور صلوٰۃ تحریر فرما سکے (۳) الدروس الشرعیہ فی فقہ الامامیہ" یہ کتاب تمام نہیں ہو سکی (۴) کتاب جامع البین من فوائد الشرحین" اس کتاب میں شرح تہذیب الاصول سید عمید الدین اور سید ضیاء الدین کے فوائد کو جمع کیا ہے۔ (۵) رسالۃ الباقیات الصالحات" یہ کتاب فن تفسیر سے متعلق ہے (۶) کتاب اللمعۃ الدمشقیہ (۷) کتاب الاربعین حدیثا (۸) رسالۃ الالفیہ فی فقہ الصلوٰۃ الیومیہ (۹) رسالہ النفلیہ (۱۰) رسالہ فی تفسیر من سافر القصد الافطار و التقصیر (۱۱) خلاصۃ الاعتبار فی الحج والاعتماد (۱۲) رسالۃ التکلیف (۱۳) کتاب المزار (۱۴) کتاب القواعد

حالات وخدمات

شہیدِ ثانیؒ

علامہ شیخ زین الدین

نام :۔ شیخ زین الدین

لقب :۔ شہید ثانیؒ

شجرہ :۔ شیخ زین الدین بن شیخ نورالدین علی بن احمد بن محمد بن جمال الدین بن صالح

ولادت :۔ ۱۳ر شوال ۹۱۱ھ / ۱۵۰۵ء

تصنیف :۔ الروضۃ البہیۃ فی شرح اللمعۃ الدمشقیۃ

شہادت :۔ ۹۶۵ھ / ۱۵۵۷ء

سنِ مبارک :۔ ۵۴ سال

مدفن :۔ ترکی

شہید ثانی علیہ الرحمہ

آپ کا اسمِ مبارک شیخ زین الدین بن شیخ نور الدین علی بن احمد بن محمد بن جمال الدین بن صالح ہے اور ابن حجۃ کے نام سے معروف اور شہید ثانی کے لقب سے ملقب ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت بروز منگل ۱۳ر شوال ۹۱۱ھ میں ہوئی۔ ابتدائی درسیات اپنے والد ماجد سے حاصل کئے۔ جب ۹۲۵ھ میں آپ کے والد ماجد کا انتقال ہوگیا تو ایک عرصے تک تحصیل علم کے لئے مقام میس میں مقیم رہے، وہاں سے ۹۳۳ھ میں آپ مقام کرک نوح تشریف لے گئے اور ۹۳۴ھ میں قریہ جبع تشریف لائے۔ ۹۳۷ھ میں تحصیل کمالات کے لئے دمشق کا سفر کیا۔ ایک سال بعد ۹۳۸ھ میں پھر قریہ جبع پلٹ آئے اور وہیں مقیم رہے۔ یہاں تک کہ ۹۴۲ھ میں مصر کا سفر کیا اور پھر ۹۴۴ھ میں جبع واپس آگئے اور ۹۴۸ھ میں بیت المقدس کا سفر کیا اور پھر ۹۴۹ھ اس کے اطراف و جوانب کا سفر کرتے رہے اور مقام عاملہ واپس آگئے۔ شہداء الفضیلہ صـ ۱۳۲

جناب شہید ثانی کے یہ تمام اسفار تحصیل کمالات علمیہ کے لئے ہوئے تھے۔
اس اثناء میں اکابر علماء فریقین سے تحصیل کمالات کرتے رہے اور علوم صرف و نحو
و منطق و ہیئت و ہندسہ و حساب و قرأت و حدیث و تفسیر و فقہ و دیگر فنون کی تکمیل
کرتے رہے۔ خوف طول ہے ورنہ اساتذہ کے اسمائے گرامی بھی تحریر کئے جاتے
شہید ثانی نے فقہ و حدیث و تفسیر مذاہب خمسہ یعنی حنفی، حنبلی، مالکی، شافعی و
اثناء عشری میں دستگاہ کامل حاصل کی تھی۔

صاحب قصص العلماء نے شہید ثانی کے تلمیذ رشید جناب محمد بن علی بن حسن
عاملی سے نقل کیا ہے۔ جنھوں نے ایک مستقل کتاب اپنے استاد کے حالات میں
تحریر کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ آپ جامع مفاخر و محاسن تھے۔ سرور امت و
مبداء و منتہاء فضائل و محامد تھے۔ عمر کا کوئی حصہ بھی سوائے حصول کمالات و محامد
کے کسی اور میں صرف نہیں فرماتے تھے۔

اشتغال علمیہ

شب و روز کے اوقات اپنے اشتغال علمیہ و عبادت وغیرہ کے لئے تقسیم
فرمایا تھا۔ آپ کے تلمیذ رشید محمد بن علی نے تمام اوقات کا تفصیل سے ذکر کیا ہے
جو تصنیف و تالیف و مطالعہ کتب و عبادت میں گئی وکوششیں اپنے احوال کے
کے لئے انتظام معاش، محتاجوں کی ضروریات کو پورا کرنے کا وقت ایسے اہم امور
پر منقسم تھے۔ مہمانوں سے نہایت خندہ پیشانی اور بشاشت سے ملاقات کرتے
تھے۔ آپ کا دستور تھا کہ رات کے وقت لکڑی جمع کرکے عیال کے لئے لاتے تھے۔

نماز صبح مسجد میں ادا کرتے تھے دن کا باقی حصہ میں تشنگان علوم کو درس دیا کرتے
تھے۔ نماز عشاء جماعت سے ادا کرتے تھے اس کے بعد اپنے انگور کے باغ میں
جاتے تھے اور اس کی اصلاح و درستی و حفاظت میں مشغول رہتے تھے۔ اور وقت
نماز صبح مسجد پہنچ جاتے تھے۔ نماز سے فراغت کے بعد ہی سلسلہ درس شروع
ہو جاتا تھا۔ اس کے بعد ذکر کیا ہے کہ جناب شہید ثانی ادب، فقہ و تفسیر و حدیث
و منطق و ہیئت و ہندسہ و حساب و دیگر علوم میں حد کمال کو پہونچے ہوئے تھے۔

(قصص العلماء ص۲۳)

کرامات شہید ثانی

صاحب شہداء الفضیلہ تحریر فرماتے ہیں کہ سید بدر الدین بن حسن بن قاسم
مدنی نے علامہ شیخ حسین بن عبدالصمد والد علامہ بہائیؒ سے ایک سوال کیا کہ
سوال: جناب کا اس بارے میں کیا ارشاد ہے جو شہید ثانی سے نقل کی گئی
ہے کہ جناب کے ساتھ موصوف مقام اسمٰعیل کی طرف سے گزرے تو فرمایا کہ
اس مقام پر ایک شخص قتل کیا جائے گا جس کی بڑی منزلت ہوگی یا اسی کے
مانند کچھ ارشاد فرمایا۔ جناب شہید اس کے بعد اسی مقام پر شہید کئے گئے ظاہر
ہے کہ بلا شبہ یہ شہید کے کرامات میں داخل ہے۔

جواب: علامہ شیخ حسین نے فرمایا۔ ہاں جناب شہید ثانی نے یہ فرمایا تھا
اور خطاب مجھ سے تھا اس کے بعد مجھے یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ اسی جگہ شہید کئے گئے
اسی قسم کی ایک اور پیش گوئی علامہ بہائیؒ نے اپنے والد ماجد سے نقل کی ہے۔

اور اپنے بعض مولفات میں تحریر فرمائی ہے۔

اسباب شہادت

اسباب شہادت کے بارے میں صاحب امل الامل تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے بعض مشائخ سے سنا ہے اور بعض نے یقینی حکم دیا ہے کہ دو شخصوں نے آپ کے سامنے ایک مقدمہ پیش کیا۔ آپ نے اس میں ایک کے موافق حکم صادر کیا۔ دوسرا غضبناک ہوا اور قاضی صیدا سے آکر شکایت کی کہ جناب شہید ثانی اس زمانے میں "شرح لمعہ" کی تصنیف میں مشغول تھے اور غالباً روزانہ اس کا ایک جز تحریر کرتے تھے۔ شرح لمعہ کے اصل نسخے سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسے چھ ماہ چھ دن میں تحریر فرمایا تھا۔ قاضی نے آپ کی تلاش کے لئے قریہ جبع میں ایک شخص کو روانہ کیا۔ آپ اس زمانے میں شہر سے باہر اپنے انگور کے باغ میں تصنیف و تالیف کے لئے گوشۂ تنہائی میں تشریف فرما تھے۔ اس وجہ سے بعض اہل شہر نے کہا کہ وہ ایک عرصے سے باہر گئے ہوئے ہیں۔ ادھر جناب شہید ثانیؒ کے دل میں بھی یہ خیال پیدا ہوا کہ وہ سفر حج کریں۔ حالانکہ کئی مرتبہ حج کر چکے تھے۔ لیکن اس سفر سے مقصد یہ تھا کہ آپ اب روپوش ہو جائیں۔ چنانچہ ایک پردہ دار محمل میں آپ نے سفر کیا۔ ادھر قاضی نے شاہ روم کو تحریر کیا کہ سرزمین شام پر ایک بدعتی مذاہب اربعہ سے خارج نمودار ہوا ہے۔ شاہ روم نے شہید ثانی کی تلاش میں ایک شخص کو روانہ کیا اور اسے حکم دیا کہ انھیں میرے پاس زندہ لے آؤ تاکہ میں علماء کو اپنے یہاں جمع کروں اور وہ مجھے بتائیں کہ اس کا مذہب کیا ہے۔ پھر

میں اپنے مذہب کے مطابق اس کے بارے میں حکم دوں گا۔ وہ شخص جبع آیا۔ وہاں اسے معلوم ہوا کہ جناب شہید ثانی مکہ معظمہ گئے ہوئے ہیں۔ وہ آپ کی تلاش میں مکہ روانہ ہوا راستے میں آپ سے ملاقات ہوئی۔ آپ نے فرمایا میں حج کروں پھر جو تو چاہتا ہے کروں گا۔ وہ اس بات پر رضامند ہو گیا۔ جناب شہیدؒ حج سے فارغ ہونے کے بعد اس کے ہمراہ قسطنطنیہ روانہ ہو گئے۔

جب آپ سرزمین روم میں داخل ہوئے تو جلاد کی ایک شخص سے ملاقات ہوئی۔ اس نے شہید ثانی کے بارے میں دریافت کیا۔ اس مرد نے کہا کہ یہ ایک شیعہ عالم ہیں میں انھیں بادشاہ کے دربار میں پہنچانا چاہتا ہوں اس نے کہا کہ تم اس بات سے نہیں ڈرتے کہ یہ بادشاہ سے تمہاری شکایت کریں اور بتائیں کہ ہماری خدمت میں اس نے فلاں فلاں کوتاہی کی ہے اور اذیت دی ہے اور پھر بادشاہ کے پاس اس کے حامی و مددگار موجود ہوں اور یہ تیری ہلاکت کا سبب بن جائے اس لئے مناسب رائے یہ ہے کہ انھیں قتل کر کے بادشاہ کے پاس لے جا۔ چنانچہ اس نے آپ کو سمندر کے کنارے قتل کر دیا۔ جب وہ شخص سر لئے ہوئے بادشاہ کے پاس آیا تو بادشاہ کو اس کی یہ حرکت پسند نہ آئی اور کہا کہ میں نے تم سے کہا تھا کہ تم زندہ لانا اور تو نے قتل کر دیا۔ ادھر عبدالرحیم عباسی نے بھی اس کے قتل کے لئے کوشش کی۔ چنانچہ بادشاہ نے اسے قتل کر دیا۔

صاحب "لؤلؤۃ البحرین" نے واقعات شہادت کو دوسرے عنوان سے تحریر

فرمایا ہے لیکن اختصار کے سبب سے اسے ترک کرتے ہیں۔ ۹۶۵ھ میں جب شہید ثانی کو شہید کیا گیا تو آپ کی مدت حیات ۴۵ سال تھی۔

آثار علمیہ

تصنیف وتالیف کے میدان میں شہید ثانی کو ید طولیٰ حاصل تھا۔ مختلف علوم وفنون میں بکثرت کتابیں تصنیف فرمائی ہیں۔ صاحب امل الآمل فرماتے ہیں کہ مجھے بعض معتبر افراد سے معلوم ہوا ہے کہ شہید علیہ الرحمہ نے شہادت کے بعد دو ہزار کتابیں چھوڑی تھیں۔ جن میں اپنے اور دوسروں کے مصنفات شامل تھے

صاحب شہداء الفضیلہ نے شہید علیہ الرحمہ کے ۷۰ تصنیفات کے اسماء تحریر فرمائے ہیں جن میں رسالہ دس علوم کے دس مشکل مسائل کے حل بھی شامل ہیں۔

اولاد امجاد

شہید ثانیؒ کی اولاد پسری ودختری میں بکثرت علماء اور بادشعرا گزرے ہیں جن کے حالات کتب رجال میں مرقوم ہیں آپ کی بیٹیوں میں کچھ افراد آل شرف الدین اور کچھ افراد آل خیر کے شامل ہیں جو اس وقت جبل عامل اور سوریا میں آباد ہیں۔ اور اولاد پسری میں آل طاہری ہیں جو اس زمانے میں جبل عامل و سوریا میں رہتے ہیں اور صاحب علم وفضل سمجھے جاتے ہیں۔

حالات وخدمات

شہید ثالثؒ

قاضی علامہ نور اللہ شوستری

نام :۔ نور اللہ شوستری

لقب :۔ شہید ثالثؒ

شجرہ :۔ چوتھے امام حضرت علی ابن الحسین سید الساجدین علیہ السلام کی نسل
میں آپ ستائیسویں پشت میں تھے۔

ولادت :۔ ۹۵۶ھ / ۱۵۴۹ء بمقام شوستر (ایران)

مشہور تصانیف :۔ "احقاق الحق" اور "مجالس المومنین"

شہادت :۔ ۱۸ / جمادی الآخر ۱۰۱۹ھ / ۷ ستمبر ۱۶۱۰ء

مقام شہادت :۔ آگرہ (ہندوستان)

سن مبارک :۔ ۵۳ برس۔

شہید ثالث علامہ قاضی نور اللہ شوستری

آپ کا نام نامی سید علامہ نور اللہ بن سید شریف بن نور اللہ ہے۔ آپ کا
سلسلۂ نسب حضرت سید الساجدین امام زین العابدین علیہ السلام تک منتہی ہوتا ہے۔ ۱۰۱۰ء
میں ولادت باسعادت ہوئی۔ علماء میں اس جامعیت و کمال و علم و فضل کے کم
گذرے ہیں صاحب شہداء الفضیلہ فرماتے ہیں۔

کان المترجم من اکابر علماء العہد الصفوی معاصر الشیخنا
البہائیؒ قدقرء فی ستر علی المولی عبد الوحید التستری

سلاطین صفویہ کے بزرگ ترین علماء دین میں داخل تھے اور علامہ شیخ بہائی
کے ہمعصر تھے۔ شوستر میں ملا عبد الوحید شوستری کے شاگرد تھے۔

جناب شہیدؒ کے فرزند ارجمند علاء الملک بن علامہ نور اللہؒ نے اپنے خاندان
کے علماء کے حالات تحریر فرمائے ہیں جس کا نام محفل فردوس رکھا ہے۔ اس میں

اپنے والد ماجد کی سوانح حیات کو بھی تحریر فرمایا ہے۔ ہم مقدمہ صوارم محرقہ سے جس میں شہید کے حالات میں محفل فردوس سے کچھ لیا گیا ہے۔ بعض اقتباسات کو یہاں پیش کرتے ہیں۔ موصوف تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت میر نور اللہ مرقدہ ربیع الثانی ۹۷۹ھ میں زیارت امام رضاؑ اور تحصیل علوم و تکمیل نفس قدسی کے لئے شوستر سے مشہد مقدس روانہ ہوئے۔ یکم ماہ رمضان المبارک ۹۷۹ھ وارد مشہد مقدس ہوئے اور مطالعہ علوم دینیہ و معارف یقینیہ کے لئے وہیں قیام کا ارادہ فرمایا۔ محقق تجرید علامہ عبدالوحید اور دیگر اعاظم علماء مشہد سے تحصیل علوم و کمالات شروع کیا۔ مسلسل بارہ سال تک وہیں مقیم رہے۔

قاضی صاحب کا شجرہ

۹۶۵ھ میں قاضی نور اللہ شوشتری کا خاندان شہر شوستر (ایران) کے سربر آوردہ مجتہدین کے خاندانوں میں سے تھا۔ آپ کے آباؤ اجداد اہل تصنیف تھے آپ امام زین العابدین علیہ السلام کی ۲۰ ویں اولاد میں تھے۔

قاضی نور اللہ شوستریؒ ابن سید محمد شریفؒ ابن نور اللہ اوّل ابن محمد شاہ ابن مبارز الدین ابن الحسینؒ ابن نجم الدین محمود ابن احمدؒ ابن الحسینؒ ابن محمدؒ ابن ابو المفاخر ابن علی ابن احمدؒ ابن ابو طالبؒ ابن ابراہیمؒ ابن یحییٰؒ ابن الحسینؒ ابن محمدؒ ابن ابو علی ابن حمزہ ابن علی ابن حمزہؒ ابن ابو علی ابن محمدؒ ابن الحسینؒ ابن الحسنؒ ابن حسین الاصغر ابن حضرت امام زین العابدین علیہ السلام

عہد اکبری اور شہید ثالثؒ کی آمد

عبد الغفار بدایونی لکھتے ہیں کہ ہندوستان کی اکثریت کا صحبت کا اثر اکبر پر اتنا پڑ چکا تھا کہ حکم شاہی سے نماز جماعت اور اذان موقوف کر دیئے گئے تھے۔ احمدؐ، محمدؐ، مصطفےٰؐ وغیرہ الفاظ کا سننا بھی اکبر کو گوارا نہ تھا۔ حتیٰ کہ دربار میں جن لوگوں کے ناموں میں یہ الفاظ موجود تھے ان کو بدل کر رحمت یا اسی قسم کے اور الفاظ استعمال کئے جاتے تھے۔ مثلاً محمد خان کی جگہ رحمت خان وغیرہ۔ مسلمانوں کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ کتے اور سور وغیرہ پالیں۔ حلال جانوروں کا گوشت حرام کر دیا گیا تھا۔ داڑھیاں منڈوانے کا حکم عام تھا، شراب جائز، فاتحہ اموات لغو، چچا ماموں اور قریبی اعزا کی بیٹیوں سے نکاح ناجائز، طلائی اور ریشمی کپڑے پہننا لازمی، نماز روزہ، حج وغیرہ جملہ ارکان اسلام ممنوع۔ نماز عیدین بند۔ ان کے جگہ جلوس کے دن اظہار مسرت، سنہ ہجری کا حساب موقوف اور اس کی جگہ سنہ الہیٰ عربی پڑھنا جاننا عیب، فقہ حدیث پڑھنے والوں پر طعن۔ عربی زبان کے حروف ث۔ ح۔ ع۔ ص۔ ط۔ ظ۔ ق خارج۔ عبد اللہ کی جگہ ابد اللہ جو اکبر کو پسند تھا۔ اکبر نے آتش پرستی شروع کر دی تھی۔ قمار بازی عام کر دی تھی۔ اکبر بجائے مغرب کے مشرق کی طرف سجدہ کرتا تھا۔

مختصر یہ کہ ایک طرف تو اکبر مذہب سے دور ہو چکا تھا اور دوسری طرف ہوا پرست علماء اور باطن لوگوں کے ہاتھوں رعایا تنگ تھی۔ دربار میں جو تھوڑے سے دیندار تھے بس انہیں تو فکر تھی کہ شہنشاہ اکبر کو کس طرح صحیح راستے پہ لائیں۔ مثلاً حکیم

فتح گیلانی، حکیم ہمام ابو الفضل فیضی وغیرہ چنانچہ حکیم فتح گیلانی نے قاضی نور اللہ شوشتری کا اکبر سے غائبانہ تعارف کرایا اور اکبر نے قاضی صاحب کو بلانے کی خواہش ظاہر کی چنانچہ آغاز ۹۹۶ھ قاضی صاحب ہندوستان تشریف لائے۔ قاضی صاحب کو معلوم تھا کہ مجھے ہندوستان آنے کی دعوت کیوں دی گئی ہے۔ انہیں فتح گیلانی نے مراسلات کے ذریعے پہلے ہی ہندوستان کے حالات بتا دیئے تھے۔ قاضی صاحب نے بالاعلان اپنی شیعیت کا اظہار کیا۔ اور مذہب امامیہ کی تبلیغ میں مشغول ہو گئے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جو لوگ تقیہ میں گرفتار تھے انہوں نے اپنی شیعیت کو ظاہر کیا۔ اور کثیر تعداد میں لوگوں نے مذہب امامیہ اختیار کرنا شروع کر دیا۔ آپ کی تصنیف کردہ کتاب مجالس المومنین کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان کے مختلف مقامات مثلاً لاہور، کشمیر، دہلی، ملتان، گجرات اور سندھ میں جو تقیہ میں چھپے ہوئے تھے وہ اعلانیہ نمایاں ہو گئے۔ ہمیں یہ کہنے میں کوئی پس و پیش نہیں ہے کہ آج ہندوستان میں جو کثیر تعداد شیعوں کی ہے یہ سب نتیجہ قاضی صاحب علیہ الرحمہ کے فیض روحانی کا نتیجہ ہے۔

ہندوستان میں پہلی بار محفل میلاد النبیؐ

قاضی صاحب نے اکبر کو آمادہ کیا کہ وہ محفل میلاد النبیؐ منعقد کرے۔ چنانچہ فتح پور سیکری میں پہلی بار بڑے پیمانے پر محفل النبیؐ قاضی صاحب اور ان کے احباب کی کوششوں کا نتیجہ تھا۔ جس کا تذکرہ کتاب سیر المتاخرین میں ہے۔ چنانچہ حاسدوں کی

سرگوشیاں شروع ہوئیں۔ اکبر کے دربار کے دو مخصوص آدمی جن کی وجہ سے اکبر اور اس کی سلطنت کے حالات ابتر ہو گئے تھے وہ دونوں بزرگ یہ شیخ عبد اللہ مخدوم الملک اور عبد النبی صدر الصدور تھے۔ ملا عبد القادر بدایونی لکھتے ہیں کہ ان دونوں میں ایک جس فعل کو حرام بتلاتا تھا دوسرا اسی کو حلال کہہ دیتا تھا۔ ان دونوں کی کش مکش ہی کے نتیجے میں شہنشاہ بد اعتقاد اور اسلام سے منحرف ہو گیا تھا مگر قاضی صاحب کی کوششوں سے اکبر تیز رفتاری کے ساتھ پھر اسلام کی طرف لوٹنے لگا۔ دربار میں آزادانہ مذہبی مباحثے ہونے لگے۔

مخدوم الملک اور عبد النبی کا حشر

شہنشاہ اکبر کو شیخ عبد اللہ مخدوم الملک اور عبد النبی صدر الصدور سے ان کے غلط طریقہ کار سے اس درجہ نفرت ہو گئی تھی کہ وہ ان دونوں کا دیکھنا تو درکنار ہندوستان میں رہنا بھی پسند نہ کرتا تھا۔ چنانچہ اس نے حکم دیا کہ تم دونوں مکہ چلے جاؤ۔ ہندوستان کو خالی کر دو۔ چار و ناچار ان دونوں کو ہندوستان چھوڑنا پڑا۔ مکہ معظمہ پہنچ کر ان دونوں نے بلا اعلان اکبر کی برائیاں شروع کر دیں۔ اسی دوران ان کو خبر ملی کہ اکبر کا چچا زاد بھائی محمد حکیم مرزا باغی ہو کر لاہور کا محاصرہ کئے ہوئے ہے۔ اس خبر سے انہیں دوبارہ اقتدار کی امید ہوئی۔ اور وہ ہندوستان پہنچے کہ حکیم مرزا کا ساتھ دیں۔ جب احمد آباد پہونچے تو انہیں معلوم ہوا کہ محمد حکیم مرزا کو شکست ہوئی۔ اکبر کو بھی مخدوم الملک اور صدر الصدور کے باغیانہ خیالات کی اطلاع مل چکی تھی۔ چنانچہ ان دونوں کو گرفتار

کرایا گیا۔ مخدوم الملک تو جالندھری میں خوف سلطانی سے فوت ہو گئے اور عبد النبی
صدر الصدور کو دربار اکبری میں لایا گیا اور راجہ ٹوڈرمل کی نگرانی میں دفتر خانہ کی کچہری
میں دو سال قید رہے۔ اور ۹۹۲ھ قید خانہ ہی میں ختم ہو گئے (از منتخب التواریخ)

دربار اکبری میں آفتاب علم

اکبر کے دربار میں قاضی صاحب نے اپنے علم کا سکہ بٹھا دیا۔ اسی زمانے میں اکبر
کو یہ اطلاع ملی کہ معین الدین قاضی ضعیف العمر ہونے کی وجہ سے صحیح کام کرنے سے معذور
ہیں۔ رشوت ستانی کا بازار گرم تھا جس سے رعیت عاجز تھی۔ مرزا انو لادیر اس کا واقعہ
بھی ہو چکا تھا۔ چنانچہ اکبر نے لاہور پہنچ کر جناب قاضی صاحب کو قاضی القضاۃ مقرر کیا
تھوڑے ہی دنوں میں قاضی صاحب علیہ الرحمۃ کے انصاف و حق پرستی کا ڈنکا بجنے لگا ہر
خاص و عام خواہ موافق ہو یا مخالف ان کے فیصلے سے مطمئن رہتا۔ اکبر بھی مطمئن تھا۔ اور مداخلت
نہیں کرتا تھا۔ مگر قاضی صاحب کی ہر دلعزیزی چند متعصبین کو خار کی طرح کھٹک رہی تھی
لیکن اکبر کی عالی دماغی کے سامنے متعصبین مجبور و لاچار تھے۔ تھوڑے ہی عرصے کے
بعد شہنشاہ اکبر نے قاضی صاحب کو ذمہ دار بندوبست بھی مقرر کر دیا۔ اور قاضی صاحب
نے اس اہم کام کو بھی اس خوبی سے انجام دیا کہ صفحات تاریخ کو ان کی مدح سرائی کرنا
پڑی۔

اب وہ زمانہ تھا کہ قاضی صاحب کے گروہ کے علماء اور فضلاء یکے بعد دیگرے جدا ہو چکے

تھے۔ اب نہ وہ وقت تھا نہ ابو الفتح گیلانی موجود تھے نہ حکیم شاہ فتح اللہ شیرازی نہ شیخ
مبارک اور نہ ان کے صاحبزادے اب تنہا قاضی صاحب تھے جن کے ذمہ ملک کی پوری
ہدایت تھی اور متعصب اور خود غرض علماء کا مقابلہ۔ اکبری دور کا آخری زمانہ تھا رفتہ
رفتہ وہ دن آ ہی گیا کہ ۱۰۱۴ھ میں اکبر نے انتقال کیا اور اس کا بیٹا سلیم تخت نشین ہوا
جس نے جہانگیر کا لقب اختیار کیا۔

جہانگیر کی تخت نشینی

جہانگیر شروع ہی سے عیش پسند اور آرام طلب تھا۔ سیر و شکار کا شوقین اور مے نوشی
میں اپنا ثانی نہ رکھتا تھا۔ تاریخ جلوس ۱۴ جمادی الثانی اور پنجشنبہ بعمر ۳۷ سال ہے۔
جلوس کے وقت دربار میں علاوہ دیگر علماء اور وزراء کے مرزا غیاث بیگ اور
سید فرید بخاری بھی تھے۔ جو مذہب شیعہ رکھتے تھے۔ مرزا غیاث بیگ جو نور جہاں کے
والد تھے اور عہدہ وزارت پر فائز تھے۔
بعد جلوس جہانگیر نے فرید بخاری کو میر بخشی کا اور مرزا غیاث بیگ کو اعتماد الدولہ
کا خطاب دیا۔

قاضی صاحب کا زمانہ مشکلات

اکبر کے انتقال کے بعد جہانگیر کے دربار کا رنگ اور تھا۔ دربار اکبری کی تمام

خوبیاں محو ہو چکی تھیں۔ شراب خوری نفس پروری یہ اس کے مشاغل تھے۔ اور مملکت سے بے خبر۔ نور جہاں کے عشق اور شیر افگن کو قتل کر کے اس کے حاصل کرنے کی ادھیڑ بن میں اپنے جلوس کے پہلے روز سے پڑا ہوا تھا۔ چنانچہ میدان خالی پا کر متعصب لوگوں کو موقعہ ملا۔ اکبر کے زمانے میں بھی قاضی صاحب علیہ الرحمہ کی شکایت اکبر تک پہونچائی گئیں۔ مگر اکبر کے تدبر نے کبھی اس کا موقع نہیں دیا کہ لغو شکایات پر کوئی ضرر قاضی صاحب کو پہنچایا جا سکتا۔ لیکن بے خبر اور سلطنت سے غافل جہانگیر کے پاس بدباطن درباریوں نے زیادہ آزادی سے شکایتیں پہونچائیں اور کمزور طبیعت بادشاہ جہانگیر ان شکایت سے متاثر ہو گیا۔

قاضی صاحب کو شہید کرانے کی منظم سازش

جہانگیر کو تخت سلطنت پر بیٹھے پانچ سال گزر چکے تھے اور اس دوران قاضی صاحب کے خلاف بہت سی کارروائیاں کی گئیں مگر کوئی کارگر نہیں ہوئی تھی۔ آخر کار مخالفین نے ایک آدمی کو آمادہ کیا کہ وہ قاضی صاحب کی شاگردی اختیار کرے۔ چنانچہ وہ آدمی قاضی صاحب علیہ الرحمہ کے پاس آیا اور خود کو شیعہ ظاہر کر کے شاگردی کی خواہش کی اور شاگرد ہو گیا۔ رفتہ رفتہ قاضی صاحب کو اس کا اتنا اعتماد ہو گیا کہ آپ اپنی کتابیں مجالس المومنین اور احقاق الحق وغیرہ جو اس زمانے میں لکھ رہے تھے۔ اس نے شاگرد سے لکھوانی شروع کیں۔ اور اس شخص نے ان تصانیف کی نقلیں خفیہ طریقہ سے کر کے

مخالفین تک پہونچانا شروع کیں۔ ایسے موقعہ پر مخالفین نے ایک ایسا مضمون جو جہانگیر کو مشتعل کر سکتا تھا تیار کر کے اس شاگرد کے ذریعے قاضی صاحب کی کتاب میں تحریر کرا دیا جس کا کوئی ربط کتاب سے نہ تھا۔ مگر اس مضمون نے شراب خوار بادشاہ جہانگیر کے قلم سے نشہ کی حالت میں مخالفین کے مقصد کو پورا کر دیا۔ جب یہ عبارت کتاب میں تحریر ہو گئی تب دشمنوں نے قریبی شاگردی کے ذریعے کتاب کو اپنے قبضے میں کر لیا اور پھر انہی لوگوں نے ایک کمیٹی بنا کر ایک محضر تیار کیا جس پر تقریباً ۹۰ آدمیوں کے دستخط ہوئے جس میں ۴ سزائیں تحریر کی گئیں۔

(۱) خاردار درے لگائے جائیں (۲) گدی سے زبان نکلوا دی جائے (۳) کھال کھنچوا کر بھس بھروایا جائے (۴) سر تن سے جدا کیا جائے۔

جس جگہ یہ محضر تیار کیا گیا تھا وہ ایک مسجد ہے جو سکندر لودی کے نام سے مشہور ہے اور کلکٹری کچہری آگرہ کے پاس ہے۔

جہانگیر نے بلا سوچے سمجھے نشہ شراب کی بدمستی میں اس حکم پر دستخط کر دیے۔

اب کیا تھا سلسلۂ سادات کا ایک تابندہ گوہر مورد زوال آ گیا۔ مدتوں جو خار متعصبین کے دلوں میں کھٹک رہا تھا اس کے دور ہونے کا وقت آ گیا تھا۔ جلادوں کے نرغے میں آپ بے رحم مجلس شوریٰ کے سامنے پیش کیے گئے اور آپ کو سنگین خبر سنائی گئی۔ سرزمین آگرہ پر اس عالم دین کا جو اپنے زمانے میں محمدؐ و آل محمدؐ کا بہترین خاندانی نمائندہ تھا۔ اور ملک ہندوستان کے باشندگان کی خدمت حقیقی کے لئے

اپنے اہل سے دور ترک وطن کر کے بحیثیت مہمان بلایا گیا تھا۔ اپنے خاندان کے شہدائے ماسلف کی روایات کو شہید ظلم ہو کے پورا کر گئے۔

قاضی صاحب نے سبب قتل دریافت کیا مگر انہیں نہیں بتایا گیا۔ وقت عصر تھا۔ اور ۲۶ جمادی الاول ۱۰۱۹ھ بروز جمعہ آپ نے نماز ادا کرنے کی مہلت چاہی جو بدقت تمام دی گئی۔ بعد فراغت نماز اس شہید راہ حق نے سر تسلیم جھکا دیا اور ظلم کی تمام منزلیں اپنے اوپر طے کرائیں۔ شہید کی لاش مبارک بے گور و بے کفن کئی روز تک ایسی جگہ پڑی رہی جو شہر میں سب سے زیادہ متعفن مقام تھا اور اس بات کا اہتمام کیا گیا تھا کہ کسی کو اس واقعہ کی اطلاع نہ ہو اور اگر ہو بھی جائے تو کوئی بھی لاش مبارک تک جانے نہ پائے۔ کئی روز بعد گوالیار میں ایک ایرانی شیعہ سردار نے خواب میں سیدۃ کونین صلوٰۃ اللہ علیہا کی زیارت کی اور جن کی زبانی اسے حکم ملا کہ آگرہ جا اور میرے فرزند کی لاش جو بے گور و کفن پڑی ہوئی ہے اسے دفن کر۔ چنانچہ مرد مومن اپنے چند ہمراہیوں کے ساتھ آگرہ آیا اور جہانگیر سے لاش کو دفن کرنے کی اجازت لی۔

سید راجو بخاری جن کا ذکر مجالس المومنین میں خود قاضی صاحب علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے جو قاضی صاحب کے گہرے دوست تھے انہوں نے قاضی صاحب کی نماز جنازہ پڑھائی اور لاش مبارک کو سپرد خاک کیا۔ سید راجو بخاری جنہوں نے فیصلہ کیا کہ میں اپنی عمر قاضی صاحب کی قبر کی مجاوری میں بسر کروں گا مگر انہیں بھی مخالفین نے اس کا موقع نہ دیا اور ان بزرگ کو مجبور کیا کہ وہ قصبۂ باڑی (ریاست دھول پور) چلے جائیں۔ چنانچہ سید صاحب دھول پور چلے گئے اور وہیں ان کا انتقال ہوا اور وہیں دفن ہوئے۔

سفر ہندوستان و عہدۂ قاضی القضاۃ

علامہ عطاء الملک فرماتے ہیں کہ کثرت آلام و افکار و مصائب کے سبب سے آپ نے یکم شوال ۹۹۰ھ کو ہندوستان کا سفر کیا۔ وہاں مقربان جلال الدین محمد اکبر بادشاہ ہند میں داخل ہو گئے۔ بادشاہ موصوف ان کی بڑی قدر و منزلت کرتا تھا جس کی وجہ سے بڑے بڑے عہدوں پر سرفراز فرمایا۔ جیسے عہدہ قاضی القضاۃ فوج وغیرہ

صاحب نجوم السماء کتاب منتخب التواریخ ملا عبد القادر سے حالات علماء دربار اکبری سے نقل کرتے ہیں کہ قاضی نور اللہ شوستری اگرچہ شیعی مذہب ہیں لیکن بہت زیادہ صفت انصاف و عدالت و نیک نفسی و حیا و تقویٰ و صفت اوصاف اشراف سے متصف ہیں۔ اور علم و حلم و جودت فہم میں تیزی طبیعت و صفائے باطن و ذکاوت و ذہانت میں مشہور ہیں۔ اچھے تصانیف کے مالک ہیں۔ تفسیر بے نقط شیخ فیضی پر ایک تقریظ لکھی ہے جو حد تعریف و توصیف سے باہر ہے۔ ذوق نظم بھی رکھتے ہیں اور اچھے اشعار کہتے ہیں۔ حکیم ابو الفتح کے ذریعے سے دربار شاہی میں داخلہ ہو گیا۔ اور جب شاہی سواری لاہور وارد ہوئی تو شیخ معین قاضی لاہور پیرانہ سالی و ضعف سے دربار شاہی میں گر پڑے تو بادشاہ کو ان کے بڑھاپے پر رحم آیا اور فرمایا کہ شیخ اب کام کرنے کے لائق نہیں ہیں۔ قاضی نور اللہ ان کی جگہ پر معین کئے جائیں۔ امر حق یہ ہے کہ موصوف نے مفتیان بے حیا و بے شرم و محتسبان بد نفس لاہور کو جو معلم الملکوت کو بھی

سبق پڑھا دیا کرتے تھے۔ اسی طرح ضابطے کے اندر سے آئے۔ اور ان پر رشوت کے
راستوں کو بند کر دیا جس سے بالاتر تصور بھی نہیں کیا جا سکتا ہے۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ
حسب ذیل شعر کے شاعر نے آپ ہی کو مراد لیا ہے۔

توئی آں کس کہ نکردی بہ عمر قبول — در قضا و... ہیچ ز کس غیر شہادت زکوٰۃ

جناب شہید سے متعلق ایک جلیل القدر سنی عالم کے یہ خیالات ہیں جو آب زر سے لکھے
جانے کے قابل ہیں۔

ذکاوت و ذہانت اور حاضر جوابی

جناب شہید کے فرزند ارجمند نے محفل فردوس میں آپ کی حاضر جوابی اور مذاکرات
علمیہ کے موصوف کی ذکاوت و ذہانت اور جلالت علمی کا پتہ چلتا ہے۔ جن میں سے ایک
واقعہ جناب شہید کے زمانۂ طالب علمی کا ہے۔ موصوف فرماتے ہیں کہ جناب شہید نے
حاشیہ بیضاوی پر تحریر فرمایا ہے کہ جب سید فاضل امیر عزالدین فضل اللہ یزدی رحمۃ
اللہ زیارت مشہد مقدس سے مشرف ہوئے تو ایک دن میرے عم نامدار مرحوم کی خدمت
میں بھی تشریف لائے۔ دیگر اکابر و اعیان کے ساتھ میں بھی وہاں حاضر تھا۔ سید مذکور
نے اپنے سفر کے حج کے حالات و واقعات کو بیان کرنا شروع کیا۔ حرمین شریفین میں جن
علماء و اکابر سے ملاقات ہوئی تھی ان کا حال بیان کیا اور شیخ ابوالحسن بکری شافعی مصری
کے فضل و انصاف و تعصب مذہبی سے اجتناب کے واقعات ذکر کئے اور کہا کہ میں ان

سے اکثر اوقات ملتا رہتا تھا۔ اور مذہب اہل سنت و شیعہ کے مشکل ترین مسائل شرعیہ
کو دریافت کیا کرتا تھا وہ مجھے اچھے جوابات دیا کرتے تھے۔ منجملہ ان مسائل کے یہ مسئلہ
بھی تھا کہ شیعوں کے اس قول کا کیا مطلب ہے کہ انبیاء قبل و بعد معصوم تھے۔ حالانکہ
قبل بعثت شریعت اور دین کا وجود نہیں تھا جس کے احکام سے ان سے مواخذہ کیا
جاتا۔ انہوں نے جواب دیا کہ شیعوں کی مراد یہ ہے کہ مثلاً نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چونکہ
ایسی فطرت سلیمہ اور طبیعت پاکیزہ رکھتے تھے کہ اگر قبل بعثت شریعت بھی ہوتی تو پھر
بھی آپ سے کوئی ایسی بات واقع نہ ہوتی جو اس شریعت کے اعتبار سے قابل مواخذہ
ہوتی۔ سید مذکور سے جب میں نے یہ جواب سنا تو میرے ذہن میں اس سے بھی قوی
جواب آیا۔ لیکن میں اس زمانے میں تحصیلات علوم میں مبتدی تھا۔ اور شرح ہدایت
الحکمت اور اسی کی مانند کتابیں پڑھ رہا تھا۔ اس لئے ان فاضل بزرگ کی بحث کلام
کرنے سے مانع ہوئی لیکن جب میں بہت تنگ دل ہوا اور مجھ میں سکوت و صبر کی طاقت
نہ باقی رہی تو میں نے اپنے عم محترم کی موجودگی میں عرض کیا کہ شیعوں کو اس اشکال کے
جواب کے لئے شیخ و عالم اہل سنت کے پاس اس جواب کی ضرورت نہیں ہے۔ اس
لئے کہ اصول شیعہ امامیہ میں قاعدہ حسن و قبح عقلی داخل ہے۔ اس لئے کہ اس فرض کی
بنا پر شریعت موجود نہیں۔ قبل بعثت اگرچہ مواخذہ شرعیہ نہیں ہوتا ہے لیکن قاعدہ
حسن و قبح عقلی کے سبب سے مواخذہ کا ہونا موجود ہے لہذا معصوم ہونا ضروری ہے
حاضرین نے اس جواب کو پسند کیا اور میری بڑی تعریف کی۔ الحمد للہ رب العالمین

موصوف نے اور بھی واقعات ذکر کئے ہیں لیکن اختصار کے سبب ہم ان کو ترک کرتے ہیں۔

سبب شہادت

صاحب نجوم السماء فرماتے ہیں کہ تذکرے نے بعض موثق افراد سے روایت کی ہے کہ سید مذکور ہمیشہ مخالفین میں تقیہ کرتے تھے۔ اور اپنے مذہب کو ان سے مخفی رکھتے تھے۔ مسائل فقہیہ میں اہل سنت کے چاروں مذہبوں میں مہارت و دستگاہ رکھتے تھے اسی لئے اکبر بادشاہ اور اکثر لوگ انھیں سنی سمجھتے تھے۔ جب اکبر بادشاہ کو ان کے علم و فضل و لیاقت کا حال معلوم ہوا تو انھیں قاضی القضاۃ کا عہدہ سپرد کیا۔ جناب سید شہید فرماتے ہیں کہ میں اس شرط سے اس منصب کو قبول کروں گا کہ چاروں مذاہب یعنی شافعی حنفی، حنبلی، مالکی میں سے جس مذہب کا مسئلہ میرے رائے و اجتہاد کے مطابق ہوگا اس کے موافق فتویٰ دوں گا۔ چونکہ میں قوت نظر و استدلال رکھتا ہوں اس لئے احکام میں کسی کی پابندی نہیں کروں گا۔ لیکن اپنے اجتہاد میں چاروں مذہبوں میں سے کسی مذہب سے باہر نہیں جاؤں گا۔ بادشاہ نے اس شرط کو قبول کر لیا۔ جناب قاضی صاحب علیہ الرحمہ ہمیشہ مذہب امامیہ کے مطابق فتویٰ دیتے تھے۔ اور اگر کوئی اعتراض کرتا تھا تو ثابت فرما دیتے تھے کہ میرا فتویٰ مذاہب اربعہ سنیہ میں سے فلاں مذہب کے مطابق ہے۔ پس بعض فتوے تو مذہب شافعیہ کے مطابق ہوتے تھے اور بعض مذہب

حنفیہ کے مطابق ہوتے تھے اور بعض مالکیہ و حنبلیہ کے مطابق ہوتے تھے۔ قاضی صاحب ہمیشہ اسی طرح احکام امامیہ کو جاری کرتے رہتے تھے اور پوشیدہ طور سے تصنیف و تالیف میں مشغول رہتے تھے۔ جب اکبر بادشاہ نے وفات پائی اور اس کی جگہ جہانگیر بادشاہ تخت سلطنت پر بیٹھا تو قاضی صاحب بدستور اپنے عہدے پر باقی رہے لیکن مقربین جہانگیر بادشاہ میں سے بعض علماء کو معلوم ہوا کہ قاضی صاحب مذہب شیعہ رکھتے ہیں اس نے بادشاہ سے شکایت کی اور کہا کہ فتویٰ میں مذاہب اربعہ میں سے کسی مذہب کے پابند نہیں ہیں اور ہر مسئلہ میں جو مسئلہ مذہب امامیہ کے مطابق ہوتا ہے اس کے موافق فتویٰ دیتے ہیں۔ بادشاہ نے اس بات کو نا پسند کیا اور کہا کہ یہ چیز ان کی شیعت کو ثابت نہیں کرتی ہے۔ اس لئے کہ انہوں نے پہلے ہی روز یہ شرط کر لی تھی کہ مذاہب اربعہ میں سے کسی مذہب کا پابند نہیں رہوں گا۔ بلکہ ان سے جس کے مطابق میری رائے ہوگی حکم کروں گا۔ یہ سن کر علماء مخالفین اس فکر میں رہے کہ کس طرح ان کی شیعت کو بادشاہ پر ثابت کریں اور ان کے قتل کا حکم بادشاہ سے حاصل کریں۔ چنانچہ ایک شخص کو قاضی صاحب کے پاس بھیجا کہ ان پر اپنی شیعت کو ظاہر کرے اور قاضی صاحب کی تصنیف کو حاصل کرے۔ وہ شخص قاضی صاحب کے پاس آیا اور اپنی شیعت کا اظہار کیا اور قاضی صاحب کے تلامذہ میں داخل ہو گیا ایک عرصہ تک اسی طرح قاضی صاحب کے پاس رہا۔ موصوف کو اس پر بہت زیادہ اعتبار ہو گیا یہاں تک کہ وہ کتاب مجالس المومنین پر مطلع ہوا اور بڑے اصرار و

[illegible] رازداری سے کتاب مذکور کو قاضی صاحب سے حاصل کیا۔ اسے اپنے گھر لایا۔ اور نقل کر کے پوشیدہ طور سے علماء مذکورین کے پاس پہنچا دیا۔ ان لوگوں نے اس کتاب کو قاضی صاحب کے اثبات شیعت کا ذریعہ قرار دیا اور بادشاہ نے کہا کہ اس رافضی نے ایسا لکھا ہے اور حد شرعی جاری کئے جانے کا مستحق ہے۔ ان لوگوں نے کہا کہ فلاں مقدار میں درۂ خاردار لگانا چاہئے۔ بادشاہ نے کہا کہ تم لوگوں کو اختیار ہے۔ ان لوگوں نے نہایت عجلت کے ساتھ جناب قاضی صاحب پر یہ ظلم و ستم کیا کہ آپ شہید ہو گئے آپ کی شہادت شہر اکبر آباد (آگرہ) میں واقع ہوئی۔ وہیں آپ کا مزار مقدس واقع ہے اور لوگ اس کی زیارت سے مشرف ہوتے رہتے ہیں۔

ہم کو صاحب نجوم السماء کے اس قول سے اتفاق نہیں ہے کہ شہید علیہ الرحمہ۔ ہندوستان میں تقیہ کی زندگی بسر کرتے تھے۔ ممتاز محقق اور عالم دین علامہ سید سبط الحسن تذکرہ مجید ص ۴۴ پر تحریر کرتے ہیں کہ

شہید کا تقیہ نہ کرنا

شہید علیہ الرحمہ نے اپنے لئے تقیہ کو ضروری نہیں سمجھا بلکہ اپنے مذہب و عقیدے کو اعلانیہ ظاہر کیا۔ جیسا کہ میں عرض کر چکا ہوں کہ ملا عبد القادر بن ملوک شاہ بدایونی نے صاف صاف منتخب التواریخ جلد سوم ص ۱۳۶-۱۳۵ پر یہ بتلایا ہے کہ وہ شیعی مذہب نہیں ہیں اور آپ کا مذہب ڈھکا چھپا نہیں ہے۔ آپ کے تقیہ نہ کرنے

پر میر یوسف علی استر آبادی اخباری نے اعتراض بھی کیا ہے۔ جس کا جواب شہید علیہ الرحمہ نے اپنے مکتوب میں مدلل و مشرح تحریر فرمایا ہے۔ اس میں تحریر فرماتے ہیں جس کا ترجمہ حسب ذیل ہے۔ حقیر کے اعتقاد میں بعہد حکومت شہنشاہ عادل اکبر اعظم ہندوستان کے دار الحکومت میں تقیہ کرنے کا کوئی محل نہیں ہے۔ اس لئے نصرت مذہب حق مجھے ایسے شخص کا قتل کر دیا جانا دین کی عزت کا سبب ہے اور صاحب شریعت حقہ نے اجازت دی ہے کہ ایسا شخص تقیہ نہ کرے لیکن دوسرا شخص جو اہل دین میں کوئی بلند مقام نہیں رکھتا اور مجہول الحال ہے اور دین کی نصرت و حمایت میں معقول بات نہیں کہہ سکتا اس پر واجب ہے کہ تقیہ کرے۔ (جواب مکتوب دوم میر یوسف علی)

رہے جناب شہید علیہ الرحمہ کے اسباب شہادت تو اس کے بارے میں معاصر

الشیخنا البہائی وقتل بسبب تالیف احقاق الحق جناب شیخ بہائی کے معاصر تھے اور تالیف احقاق الحق کے سبب شہید کئے گئے۔ جناب علامہ علاء الملک نے محفل فردوس میں آپ کی شہادت کے بارے میں ایک قطعہ تاریخ نقل کیا ہے جس سے تاریخ شہادت کا بھی پتہ چلتا ہے۔ موصوف تحریر فرماتے ہیں ؎

سر اکابر آفاق میر نور اللہ — سپہر فضل وحید زمانہ پاک سرشت

بہ ہیجدہ شب بست و ششم ربیع آخر — ازیں خراب رواں شد بقصر بہشت

چو دل زفکر طلب کرد سال تاریخش — خرد بصفحہ بر افضل العباد نوشت

۱۰۱۹ھ

۲۶ ربیع الثانی ۱۰۱۹ھ کو آپ کی شہادت واقع ہوئی ہے لیکن میرزا محمد ہادی صاحب عزیز تحریر کرتے ہیں کہ یہ واقعہ ۱۸ جمادی الآخر بروز جمعہ ۱۰۱۹ھ میں واقع ہوا۔ جناب قاضی صاحب نے تریسٹھ سال دنیا میں زندگی کی۔

تاریخ وفات

عہد مغل شاہی کے مشہور بزرگ شاہ مظہر الحق ترمذی اکبر آبادی، رشد کا قطعہ تاریخ کہا ہے۔

میر نور اللہ عالی انتساب	دین زمانہ باد ا، آنکہ شدہ
سال قتلش مظہر الحق زد رقم	عدن جائے میر نور اللہ شدہ

اس قطعہ تاریخ کے سلسلے میں علامہ سبط احسن ہنسوی تحریر فرماتے ہیں:

اس قطعہ کے مصرعہ ثانی میں ۱۸ حروف ہیں جس سے قمری ماہ کی اٹھارہ تاریخ متعلق ہے۔ مصرع ثالث کے پہلے دو لفظ "سال قتلش" میں سات حروف ہیں جس سے ہفتے کا روز ہفتم یعنی جمعہ مراد لیا ہے۔ درمیان میں مصنف کا نام ہے۔ زد رقم میں پانچ حروف ہیں جس سے سال کا پانچواں مہینہ یعنی جمادی الآخر مقصود ہے۔ مصرع چہارم سے ۱۰۱۹ھ نکلتے ہیں (شہید ثالث ص۱)

مولانا سعادت حسین خاں مرحوم تحریر فرماتے ہیں:

میرے نزدیک شہید کے فرزند نے محل تحردس میں جو کچھ تحریر کیا ہے اس کے بغیر کسی دلیل کے ان تکلفات کی ضرورت نہیں ہے۔

قاضی صاحب کا دفن

جناب مومن محمد ہادی صاحب عزیز مرحوم نے شہید ثالث میں ص۱۹ میں واقعۂ دفن کے بارے میں تحریر فرمایا ہے کہ

ایک ایرانی سردار جو اس زمانے میں ریاست گوالیار میں مقیم تھا خواب میں پیغمبر اسلام کی بیٹی فاطمہ زہرا کو دیکھا کہ وہ حکم دے رہی ہیں کہ اس نعش کو تو دفن کر دے یہ ایرانی خواب دیکھ کر بیدار ہوا اور فوراً آگرہ پہنچ کر جہانگیر سے اس لاش کی تجہیز و تکفین کی اجازت حاصل کی اور دفن کیا۔ اب اس پر ایک عمدہ عمارت تعمیر ہے اور روضہ کے مشرقی جانب اور کچھ شمالی حصے میں کمرے تعمیر ہو چکے ہیں۔ جن میں زائرین قیام کرتے ہیں۔ مجالس کے لئے ایک بڑا پنڈال بن گیا ہے جس میں سالانہ مجالس زیر نگرانی جناب سلطان المحققین سعید الملت والدین منعقد ہوتی رہتی ہیں، اور اس مزار مقدس کو فرقہ امامیہ کے لوگ مشاہد مقدس کے بعد نہایت مقدس و محترم مقام سمجھتے ہیں اور برابر زائرین زیارت کے لئے آتے رہتے ہیں اور اسے استجابت دعا کا وسیلہ سمجھتے ہیں۔ اس بقعہ مبارکہ کی عظمت و جلالت سمجھنے کے لئے یہ امر کافی و وافی ہے کہ حضرت آیۃ اللہ فی العالمین حجۃ اللہ علی المجاہدین صدر المحققین ناصر الملۃ مولانا سید ناصر حسین نے ۱۳۲۹ھ میں جو وصیت نامہ تحریر فرمایا تھا اس میں یہ وصیت کی گئی کہ اگر میں ہندوستان میں انتقال کروں تو میری میت مزار مقدس شہید ثالث علیہ الرحمہ کے اس حجرے میں دفن کی جائے جس کی نشان دہی مولانا سید حسن

رضا صاحب موصوف کو کردی گئی ہے۔ چنانچہ جمادی الاولی ۱۳۶۳ھ میں اس آفتاب علم و فضل و شرف و کمال کو وہیں دفن کیا گیا۔

آثار علمیہ

کسی عالم دین کی علامت قدر و عظمت و بزرگی کے معلوم کرنے کا بہترین ذریعہ اس کے مصنفات و تالیفات ہیں۔ جب تک یہ آثار علمیہ باقی رہیں گے اس کے فضل و شرف و کمال کے نشانات باقی رہیں گے۔ چنانچہ شہید ثالث علیہ الرحمہ نے ایک سو ایک کتابیں تصنیف فرمائی ہیں جو علم تفسیر و فقہ و کلام و اصول فقہ و تاریخ و فلسفہ و منطق و ریاضی و ادب عربی و ادب فارسی و تاریخ و ادعیہ و رجال و نحو میں ہیں جن سے پتہ چلتا ہے موصوف کو ان تمام علوم میں دستگاہ کامل حاصل تھی۔

آپ کے عہد میں شیعی مذہب کے خلاف مخالف علماء کتابیں لکھ کر ان کی اشاعت کرتے تھے اور معتقدین کی، وہ کتابیں جو شیعی مذہب کے خلاف تھیں ان کو ماوراءالنہر اور حجاز سے بطور ارمغان ہندوستان لاتے تھے۔ ان کے مضامین کی نشر و اشاعت کی جاتی تھی مکاتب و رسائل لکھے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ اس عہد کے صوفیا بھی نقشبندی طریقہ کو اختیار کرکے خاتج باب ولایت علی بن ابی طالب علیہ السلام سے انحراف کرتے تھے۔ ان حالات میں شہید علیہ الرحمہ نے ان کتابوں کی رد کو ضروری سمجھا۔

مخالفین کی رد میں شہید کے تصانیف

مصائب النواصب

میرزا مخدوم نامی نے کتاب نواقض الروافض کو تالیف کیا اور ہندوستان

میں اس کے نسخے کثرت کے ساتھ پہنچے۔ جس سے شیعوں کے خلاف اہل سنت کے بغض و عناد کے جذبہ کو بڑی تقویت پہنچی۔ ضرورت تھی کہ اس کتاب کی فوری رد لکھی جائے۔ جناب شہید اس طرف متوجہ ہو گئے۔ اور ماہ رجب ۹۹۰ھ میں آپ نے سترہ دن کی قلیل مدت میں اس کے جواب میں مصائب النواصب کو تالیف فرمایا۔ نواقض الروافض میرزا مخدوم کا ایک نسخہ ابوالفضل و فیضی کے والد شیخ مبارک کے پاس بھی پہنچ چکا تھا۔ جب انھیں معلوم ہوا کہ نوراللہ شوستری اس کی رد میں لکھ رہے ہیں تو اس کا مطالعہ کرنے کے لئے اتنے بے چین ہوئے کہ جس قدر آپ رد لکھتے جاتے تھے مبیضہ ہونے سے قبل مسودہ کو طلب کر لیتے تھے اور اس کا مطالعہ کرکے اپنے کاتب سے لکھواتے جاتے تھے۔ جناب شہید اپنے مکتوب میں جو میر یوسف علی اخباری استرآبادی کے نام تحریر ہے فرماتے ہیں:۔

"و مرحوم شیخ مبارک کہ دانشمند زمان خود بود و تتبع کتب شیعہ نمودہ و کتاب میرزائے مخدوم را نیز داشت چوں مطلع شد کہ فقیر بر آں رد می نویسم مجال نداد کہ بریاض رود و روز بروز مسودہ آں را از فقیر می گرفت و بکاتب خود می داد کہ بنویسد و می گفت اگر توفیق بیاض شود یکبار آں را خواہم نویسانید در جواب مکتوب دہم میر یوسف علی از مجموعہ مکاتیب یوسف علی اخباری و شہید ثالث مرتبہ عبدالرحیم بغدادی مخطوطہ کتب خانہ آصفیہ نمبر ۱۱۸۴ فن کلام)

اسی مکتوب میں جناب شہید ثالث نے یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ:۔

احمد بیگ حاکم کشمیر جو متعصب سنی تھی وہ نواقض الروافض میرزا مخدوم کے مطالعے کے بعد اس کے ایراد و اعتراض کو جو مذہب شیعہ کے خلاف تھے عوام کے سامنے پیش کرتے رہتے تھے اور ملا محمد امین کشمیری شیعی سے برملا بحث و مناظرہ کرکے وہاں کے شیعوں کو پریشان کرتے تھے۔ چونکہ ملا محمد امین شیعی کی ملاقات جناب شہیدؒ سے سیاحت کشمیری کے موقع پر ہو چکی تھی اس لئے ملا محمد امین شیعی نے نواقض کے جواب کو آپ سے طلب کیا اور یہ لکھا کہ:۔

"این ہم چنیں اجتماعے و مباحثہ روی دادہ اگر کتاب رد النواقض را نخواہید فرستاد فردائے قیامت پیش جد شما شکایت خواہم کرد"

اس وقت آپ نے ملا محمد امین شیعی کے پاس "مصائب النواصب" کی ایک نقل روانہ فرمائی جس کے مطالعہ کے بعد ملا محمد امین مناظرہ و مباحثہ میں اہلسنت پر غالب ہوئے اور اس طرح یہ کتاب کشمیر میں مذہب شیعہ کی تقویت کا سبب بنی۔

مصائب النواصب کے بارگاہ امیر المومنینؑ میں مقبول ہونے کا ثبوت ملا محمد امین کے اس واقعہ سے ملتا ہے جو انھوں نے جناب شہید کو ان الفاظ میں لکھا تھا کہ

"سہ روزہ پیش از آنکہ رد النواقض برسد خواب دیدم کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام ترکش پر تیر با کمان بر میان من بستند و بعد از ان سہ روزہ آں نسخہ رسید و از ان ترکش تیر ہائے جانکاہ بر مخالفان زدم:

(ترجمہ) اس کتاب کے پہنچنے سے تین روز پہلے میں نے حضرت امیر المومنین علیہ السلام کو خواب میں دیکھا کہ حضرت نے میری کمر میں تیروں سے بھرے ہوئے ترکش و کمان کو باندھا۔ تین دن بعد جب کتاب پہنچی تو میں نے اس ترکش سے جان لیوا تیر مخالفین کو مارے:

مجالس المومنین

اس عہد میں مخالفین شیعہ اپنی مصنفات کے ذریعے یہ پروپیگنڈہ بھی بڑے زور و شور سے کرتے تھے کہ مذہب شیعہ ایک نو مولود مذہب ہے جس کی ابتداء شاہ اسمٰعیل صفوی اول کے عہد سے ہوئی ہے اور ماضی میں یہ فرقہ وجود نہیں رکھتا تھا اور نہ اس مذہب کی کوئی شاندار تاریخ ہے۔ آپ نے اس خیال باطل کو غلط ثابت کرنے کے لئے ۹۹۸ھ سے ایک ضخیم کتاب "مجالس المومنین" لکھنا شروع کی جس کو ۱۰۱۰ھ میں بمقام لاہور اختتام کو پہنچایا۔ اس کتاب میں مذہب شیعہ کی قدامت اور اس کی علمی و ادبی و روحانی و سیاسی عظمت و اہمیت کو روز روشن کی طرح واضح فرمایا ہے۔ یہ کتاب اس قدر مقبول ہوئی کہ اسی عہد میں مخالف و موالف نے اس کو ہاتھوں ہاتھ لیا۔ اور نہ صرف موافقین بلکہ مخالفین نے بھی اپنی مصنفات میں اس سے استفادہ کرکے اپنی تالیفات میں اس کا ذکر کیا ہے۔ اس امر کے استشہاد میں بہت سی تالیفات کو پیش کیا جاسکتا ہے لیکن اس مختصر رسالہ میں اس کی گنجائش نہیں ہے۔ مجالس المومنین نہ صرف ایک تاریخی گنجینۂ رجال

شیعہ کا تذکرہ یا سلاطین و وزراء، اعیان و ابطال، علماء و حکماء ادباء و شعراء مصنفین و مؤلفین روحانیین و صوفیاء مؤلفات و مصنفات، قبائل و عشائر، امصار و بلاد کا ایک گراں بہا انسائیکلوپیڈیا ہے بلکہ مباحث کلامیہ و تحقیقات علمیہ کے لحاظ سے بھی ایک بیش بہا کتاب ہے۔

احقاق الحق

۱۰۱۴ھ میں جب آپ آگرہ میں تھے اور کثرت ملال و ضعف حال کی وجہ سے بقول خود شل بوسیدہ مشک کے لاغر و کمزور ہو گئے تھے۔ آپ نے سات ماہ کے عرصے میں مشہور متکلم اہلسنت ابن روزبہان کی کتاب ابطال الباطل (جو کشف الحق و نہج الصدق علامہ حلی کے رد میں لکھی گئی تھی) کا جواب احقاق الحق تحریر فرمایا۔ الحق کہ جناب شہید کی اس کتاب نے اشاعرہ کی کمر کو ہمیشہ کے لیے توڑ دیا۔ اسی کتاب کے متعلق علامہ الحاج محمد جعفر گوہر آشنگی اپنی کتاب مرآۃ الحق میں تحریر فرماتے ہیں (ترجمہ از فارسی)

انصاف کی بات تو یہ ہے کہ جیسا میں نے استاد معظم میرزا ابوالقاسم قمی اور بعض دوسرے علماء جیسے میرزا محمد مہدی طباطبائی شہر . . . کو کہتے ہوئے سنا کہ قاضی نور اللہ علم و فضل، تحقیق و تدقیق، تلاش و بحث میں ایسا کمال رکھتے تھے کہ اس طرح فاضل روزبہان کے اعتراضات کو رد فرمایا اور اگر خود علامہ حلی بھی اس کی رد اس طرح کرنا چاہتے تو میرے خیال میں

اس انداز میں ان سے بھی ممکن نہ تھا۔"

(مرآۃ الحق فارسی صفحہ ۹۶ مطبوعہ)

یہی فاضل اجل دوسرے مقام پر فرماتے ہیں کہ:۔

احقاق الحق و مجالس المومنین ان دونوں کتابوں کی نفاست و شرافت اس مرتبے کو پہنچی ہوئی ہے کہ محقق و محدث مولانا محمد تقی مجلسی اول نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ ہر شیعہ پر لازم ہے کہ ان دونوں کتابوں کو وہ اپنے پاس ضرور رکھے۔" (مرآۃ الحق صفحہ ۱۰۹ مطبوعہ)

صوارم مہرقہ

آپ کے آخری ایام میں علامہ ابن حجر ہیتمی مکی کی "صواعق محرقہ" ہندوستان پہنچی اس کتاب کی بھی اہلسنت میں بڑی دھوم ہوئی۔ آپ نے اس کے جواب میں صوارم مہرقہ تالیف فرمائی۔ غرض کہ جناب شہیدؒ نے حمایت مذہب کے سلسلے میں جلیل القدر کتابیں تالیف فرمائیں جن میں مخالفین کے اعتراضات و الزامات کے دندان شکن جواب دینے اور شیعہ مذہب کی حقانیت و صداقت اور اس کی حقیقت و قدامت کو ثابت کیا۔

مصنفات شہید ثالث علیہ الرحمہ

(۱) تفسیر

(۱) انس التوحید فی تفسیر آیۃ العدل والتوحید — عربی

(۲) تفسیر آیۂ انما المشرکون نجس — ″

(۳) تفسیر آیۂ رویا — ″

(۴) تفسیر آیۂ قال الملک انی اری سبع بقرات — ″

الاکیہ ... ... — فارسی

(۵) تفسیر آیۂ فمن یرد اللہ ان یھدیہ یشرح

صدرہ للاسلام — عربی

(۶) کشف العوار فی تفسیر آیۃ الغار

(۷) تفسیر آیۂ تطہیر ورد کلام فخر رازی متعلق بہ آیۂ تطہیر — مطبوعہ

(۸) حاشیۂ تفسیر بیضاوی — عربی

(۹) حاشیۂ ثانی بر تفسیر بیضاوی — ″

(۲) فقہ

(۱۰) تنھیب الاحکام فی شرح تھذیب الاحکام — عربی

(خود شہید کے ہاتھوں کا لکھا ہوا قلمی نسخہ کتب خانہ ناصریہ لکھنؤ

میں موجود ہے)

(۱۱) غایۃ المرام شرح تہذیب الاحکام — ″

(۱۲) حاشیہ بر قواعد الاحکام علامۂ حلیؒ — ″

(۱۳) حاشیہ بر مختلف الشیعہ فقہ — ″

(۱۴) لمعہ فی صلوٰۃ الجمعہ — ″

(۱۵) رسالہ فی نجاسۃ الخمر — ″

(۱۶) رسالہ فی مسئلۃ الکفارۃ — ″

(۱۷) رسالہ فی ارکینۃ السجدتین — ″

(۱۸) رسالہ فی غسل الجمعہ — ″

(۱۹) رسالہ فی مسئلہ لبس الحریر — ″

(۲۰) ردّ رسالہ ابن ابی عقیل و اثبات مسلک فقہا بجز و ملاقات نجاست نجس شود — عربی

(۲۱) رسالہ فی تقدیر الماء الکثیر الذی حکم علیہ الشارع بالتطہیر (تالیف در لاہور) — "

(۲۲) منتخب کتاب المحلی لابن حزم اندلسی فقہ اہلسنت

(۲۳) رسالہ فی رد رسالۃ تلمیذ ابن الہمام فی بیان اقتداء الحنفیہ بالشافعیہ فقہ اہلسنت — "

(۲۴) حاشیہ شرح وقایہ (فقہ اہلسنت) — "

(۲۵) حاشیہ بر ہدایۃ — "

(اس میں مبحث مسح الرجلین پر بحث ہے)

(۳) اصول فقہ

(۲۶) حاشیہ شرح تہذیب الاصول — عربی

(۲۷) تعلیقات بر شرح مختصر الاصول قاضی یحییٰ شافعی — "

(اس میں آپ نے قیاس کے باطل ہونے پر دلائل قائم کئے ہیں)

(۴) حدیث و افکار

(۲۸) شرح مقدمۃ المصابیح للبغوی — عربی

Presented by www.ziaraat.com

(۲۹) عدۃ الابرار — عربی

(۳۰) رسالہ در رفعیات عید النجاح

(۵) کلام

(۳۱) احقاق الحق — عربی مطبوعہ

(۳۲) مصائب النواصب

(۳۳) صوارم مہرقہ در رد صواعق محرقہ

(۳۴) شرح اثبات واجب۔ جدید

(۳۵) شرح اثبات واجب۔ قدیم — "

(۳۶) حاشیہ بر بحث عذاب قبر از شرح عقائد — "

(۳۷) وافقۃ الشقاق والنفاق

(۳۸) ربطیۃ الاہتمام

(۳۹) رسالہ رفع القدر

(۴۰) حل العقال

(۴۱) الجبر المزید

(۴۲) الذکر الابقی

(۴۳) غرضۃ العقال

(۴۴) مواہذ الافہام — عربی مطبوعہ

(۴۵) حاشیہ بر رسالہ اجوبۂ فاخرہ — ״

(۴۶) عشرۂ کاملہ — ״

(۴۷) سبعۂ سیارہ — ״

(۴۸) رسالہ در حقیقت عصمت — ״

(۴۹) رسالہ در رد شبہات شیطان — فارسی

(۵۰) انموذج یا جلالیہ — عربی

(یہ بعہد اکبر اعظم اسی کے نام پر معنون کر کے لکھا) سال تالیف ۹۹۲ھ

(۵۱) رسالہ رد مقدمات صواعق — ״

(۵۲) السحاب المطیر — ״

(۵۳) حاشیہ بر بحث امامت شرح تجرید — ״

(۵۴) شرح مبحث حدوث عالم از انموذج دوانی — ״

(۵۵) حاشیہ بر حاشیہ خطائی — ״

(۵۶) رسالہ در رد تصحیح ایمان فرعون — ״

(۵۷) رسالہ فی رد رسالہ الکاشی — ״

(۵۸) حاشیہ بر رسالہ تحقیق کلام بدخشی — ״

(۵۹) رسالہ فی رد ما کتبہ بعضہم فی نفی عصمۃ الانبیاء — ״

(۶۰) رسالۃ فی رد شبہۃ فی تحقیق العلم الالٰہی — عربی

(۶۱) حاشیہ بر بحث معاد شرح تجرید — ״

(۶۲) النور الانور و النور الازہر فی خفایا رسالۃ القضاء والقدر — ״

(استقصاء النظر فی بحث القضاء والقدر۔ علامہ پر بعض نواصب نے ایراد کیا تھا اسکے جواب میں لکھا ۱۰۰۵ھ میں تالیف فرمایا) — ״

(۶۳) حاشیۃ الانموذج علی بحث حدوث العالم — ״

(۶۴) حاشیۃ الحاشیۃ القدیمۃ علی شرح التجرید — ״

(۶۵) گوہر شاہوار — فارسی

(۶۶) حاشیۃ علی شرح التجرید القوشجی علی بحث المعاد — عربی

(۶۷) حاشیۃ علی شرح التجرید القوشجی علی بحث الامامۃ — ״

(۶۸) جواب اسئلہ سید حسن — فارسی

(۶۹) اللطائف فی بیان وجوب اللطف — عربی

(۷۰) النظر السلیم — ״

(۷۱) حاشیہ شرح مواقف — ״

(۶) منطق

(۷۲) حاشیہ بر شرح شمسیہ قطبی — عربی

(۷۳) شرح بدیع المیزان — عربی

(۷۴) حاشیہ بر حاشیۂ تہذیب ملا جلال — "

(۷۵) حاشیہ بر حاشیۂ جلالیہ بر تہذیب المنطق — "

(۷) فلسفہ

(۷۶) حاشیہ بر حاشیۂ قدیمہ — عربی

(۷۷) حاشیہ بر حاشیۂ شرح تجرید — "

(۷۸) حاشیہ بر الٰہیات شرح تجرید — "

(۷۹) حاشیہ در رد چلپی بر شرح تجرید اصفہانی — "

(۸۰) حاشیۂ قدیمہ — "

(۸۱) دربیان انواع کم — "

(۸۲) رسالہ فی ان الوجود لا مثل لها — "

(۸۳) حاشیہ بر بحث اعراض شرح تجرید — "

(۸۴) حاشیہ بر بحث جواہر شرح تجرید — "

(۸۵) شرح بحث جواہر حاشیۂ قدیمہ — "

(۸۶) حاشیہ میبذی — "

(۸) ریاضی

(۸۷) حاشیہ بر شرح چغمینی — عربی

(۸۸) حاشیہ بر تحریر اقلیدس — "

(۹) رجال

(۸۹) مجالس المومنین — فارسی مطبوعہ

(۹۰) رسالہ اثبات تشیع سید محمد نور بخش — "

(۹۱) رسالہ در ذکر اسمائے رواۃ مخالفین (جو وضاع حدیث ہیں) — عربی

(۹۲) حاشیہ خلاصۃ الرجال علامہ حلی — "

(۱۰) صرف و نحو

(۹۳) حاشیہ بر شرح جامی — عربی

(۹۴) رسالہ در تعریف ماضی — "

(۹۵) رسالہ بحث تحذیر — "

(۱۱) معانی و بیان

(۹۶) حاشیہ بر مطول — عربی

(۱۲) ادب

(۹۷) دیوان قصائد	ادب فارسی و عربی
(۹۸) شرح خطبۂ عضدی	عربی
(۹۹) حاشیہ خطبۂ شرح مواقف	"
(۱۰۰) رسالہ گل و سنبل	فارسی
(۱۰۱) شرح رباعی شیخ ابو سعید ابن ابی الخیر	"
(۱۰۲) دیوان اشعار	"
(۱۰۳) کتاب منشآت	"

(۱۳) ادعیہ

(۱۰۴) شرح دعائے صباح امیر المومنین (سنہ ۹۹۴ھ میں تالیف فرمایا)	فارسی
(۱۰۵) مجموعۂ ادعیہ و اوراد	عربی

اولاد امجاد

جناب علامہ قاضی نور اللہ شوستری علیہ الرحمہ والرضوان کے پانچ فرزند تھے جیسا کہ صاحب فیض الالٰہ فی ترجمہ القاضی نور اللہ فاضل جلیل جلال الدین حسینی فرماتے ہیں کہ محفل فردوس کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب قاضی صاحب کے پانچ فرزند تھے جو سب کے سب علماء و فضلاء میں داخل تھے۔

(۱) شریف بن نور اللہ (صاحب علم و فضل و تصنیف و تالیف تھے) روز جمعہ ۵ ربیع الثانی ۱۰۴۰ھ کو آگرہ میں انتقال کیا۔

(۲) سید محمد یوسف (یہ بھی صاحب علم و فضل تھے اور شاعر بھی تھے)

(۳) علاء الملک (صاحب محفل فردوس یہ بھی عالم باعمل و باکمال تھے)

(۴) ابو المعالی بن نور اللہ (یہ بھی عالم باکمال و شاعر تھے) روز پنجشنبہ تیسری ذیقعدہ ۱۰۰۴ھ میں ولادت باسعادت ہوئی اور ماہ ربیع الثانی ۱۰۲۱ھ وفات ہوئی۔

(۵) علاء الدولہ (یہ سب سے چھوٹے فرزند تھے صاحب علم و فضل تھے۔ ماہ ربیع الاول ۱۰۱۲ھ میں ولادت ہوئی۔

قبر شہید ثالث کا پہلا زائر

اول اب تک کی تلاش و تحقیق و جستجو کی روشنی میں یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ سب سے پہلے جو بزرگ روضۂ شہید کی زیارت سے مشرف ہوئے وہ علامہ فردوس

ما بعد رضوان اللہ علیہ صاحب عبقات الانوار ہیں چنانچہ جب آپ آگرہ ۱۲۷۰ھ میں تشریف
لے گئے اور زیارت سے مشرف ہوئے تو آپ نے ایک بزرگ دوست کو خط لکھا۔
اس خط میں شہید کے فضائل بھی ہیں ہاں ایک امر ضرور ہے کہ جب آپ تشریف لے
گئے تو بالکل غیر آباد تھا کوئی کسی سے زیارت کو نہیں بتاتا تھا۔ اس خط میں علامہ نے
جو تمنائیں کی تھیں وہ بحمدہ اس وقت پورے طور پر پائی جا رہی ہیں۔ نیز یہ کہ ایک
علامہ جس طریقے سے عالم کے فضائل و معارف کو بیان کر سکتا ہے دوسرا اس تحقیقی طور
پر بیان نہیں کر سکتا۔ آپ لکھتے ہیں کہ

آگرہ میں زیارت مزار مطہر و منور جناب قاضی نور اللہ مرقدہ و عظم مشہدہ کی
زیارت سے فائز ہوا۔ جناب علامہ شہید اور ولی رشید برگزیدہ وسعید بڑے عالم اور
فائدہ بخشنے والے تھے۔ بنہایت عالی فہم اور عمدہ کلام کرنے والے تھے۔ سرفراز بزرگ
اور عالم متجر دوست کار تھے۔ اسرار کا چشمہ تھے۔ انوار کے معدن تھے۔ ان کے فضائل
بلند اور ان کے کرامات روشن تھے۔ انہوں نے اصول و فروع دین کے مضبوط کرنے
میں بڑی سعی کی۔ علم کی قندیلیں اور شمعیں روشن کیں۔ شریعت کے مکان محفوظ سے
اعداء کو دور رکھا۔ منازل بلند آخرت کے حاصل کرنے میں بڑی کوشش کی۔ شبہات
شاطین کو باطل کیا۔ حیرت زدہ لوگوں کو گمراہی کے مقامات سے بچاتے رہے احقاق
حق کی ہدایت کی راہیں واضح کیں۔ مکابرہ کرنے والوں کے سر توڑ دیئے۔ ان کو بشر
سے زیادہ حقیر کر دیا۔ نواصب کے ظلم ظاہر کر دیئے۔ ان کو عذاب پائندہ سے معذب کیا

ان کی پوست شمشیر براں سے کھینچ لیا۔ ان کو غم شدید میں مبتلا کیا۔ ان کے منہ کی آواز
تمام اطراف میں پھیلا۔ ہر میدان ان کی امداد دیت سے سرسبز ہو گیا۔ یہ بڑے سندی سید
اور متکلم مستند تھے۔ میری آنکھیں ان کے مزار کے دیکھنے سے روشن ہو گئیں اور مجھ پر
انوار حق اس کی چمک سے نمایاں ہو گئے۔ یہ تم کی کرامت ہوا کہ اگر اس مزار کو باطل
عقیدہ رکھنے والا دیکھے تو نورانی ہو جائے اور اگر دل میں دغل رکھنے والا اس کا مشاہدہ
کرے تو صاحب یقین ہو جائے۔ اس روضہ سے سعادت کی خوشبوئیں پھیلی ہوتی ہیں۔
اور شہادت کی معطر ہوائیں چلتی ہیں۔ انسان کا دل اگر پتھر کا بھی ہو تو وہاں نرم ہو جائے
اور ہر متکبر اس کی عظمت کے سامنے تواضع اختیار کرتا ہے۔ باوصف یہ کہ یہ قبر پاک
جس کی خوشبو پھیلتی رہتی ہے ایسے حال میں ہے کہ اس پر قبہ کی زینت اور آرائش
کا سامان جیسے اور چبوترہ ہے۔ مطلقاً نہیں ہے بلکہ ایسے مقام غیر آباد بلکہ جنگل میں موجود
ہے کہ سوائے کوشش بلیغ سے زیارت کرنے والے کے جو بڑا تعب اٹھائے اور کوئی اس
حد تک نہیں پہنچ سکتا۔ پس یہ کچھ عجیب نہیں ہے اگر اس کا نشان بھی مٹ جائے اور
کچھ خبر اس کی معلوم نہ ہو۔ اس لئے کہ حق اس شہر میں نہایت پوشیدہ اور اس شہر کے تمام
لوگوں پر جہل غالب ہے لیکن خدا تو اپنے نور کو پورا کر کے ہی رہے گا اور حق کا ظہور
ضرور زیادہ ہوگا اس شہر کے اہل عناد سے اگر کوئی غریب اس قبر شریف کا پتہ پوچھتا
تو اس کو نہیں بتاتے یا تو جہل کی وجہ سے یا دشمنی کے سبب سے باوصف علم کے ان
کا مقصد یہ ہے کہ نور خدا کو اپنے منہ سے خاموش کر دیں۔ مگر خدا ضرور اپنے نور کو تمام

کرے گا۔ اگرچہ کافزوں کو یہ ابھی معلوم ہو (صفحہ ۱۲ شہید ثالث مولفہ علامہ عزیز لکھنوی)

دوم، آگرہ سے الشہید ایک مجلہ مستقل طور پر نکلا کرتا تھا، جو کہ زمانے کے
حوادث کا شکار ہو گیا۔ اس مجلہ میں ایک باب "باب المسائل" کے نام سے تھا جس میں
جناب علامہ ناصر الملۃ رحمۃ اللہ کے جوابات شائع ہوتے تھے۔ چنانچہ الشہید ۱۳۴۲ھ
کے رسالے میں ایک سائل سوال کرتا ہے۔

سوال: جناب قاضی سید نور اللہ شوستریؒ کے مزار پر بغرض طلب حاجت جانے
میں حضور کی کیا رائے ہے اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ کچھوچھہ کا جانا اور مزار قاضی پر
جانا یکساں ہے۔ ان کا خیال کہاں تک پایہ اعتبار کو پہنچتا ہے۔

الجواب وباللہ التوفیق زیارت مرقد مطہر جناب قاضی نور اللہ شوستریؒ
اعلی اللہ مقامہ نہایت مناسب ہے اور بہت زیادہ موجب ثواب ہے اس لئے
کہ وہ جناب سید بھی ہیں عالم بھی ہیں یہ مراتب بہت کم جمع ہو سکتے ہیں ایسے بزرگوں
کی زیارت قبور بعد زیارت قبور معصومین علیہم السلام کے مرتبہ اور فضیلت میں ہے
اور جس شخص کو زیارت قبور معصومین علیہم السلام سے محرومی ہو وہ ایسے قبور کی
زیارت سے مستفید ہو سکتا ہے اس لئے جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا
ہے من لم یستطع ان یصلنا فلیصل فقراء شیعتنا ومن لم یستطع ان یزور
قبورنا فلیزر صلحاء اخواننا یعنی جو شخص قادر نہ ہو ہماری قبور کی زیارت کرنے
پر اسے چاہیے کہ وہ زیارت کرے ہمارے اخوان الصالحین کی۔ اور جناب امام جعفر صادقؑ

نے ارشاد فرمایا ہے کہ من لم یقدر علی صلتنا فلیصل صالحی موالینا یکتب له
ثواب صلتنا ولم یقدر علی زیارتنا فلیزر صالحی موالینا یکتب له ثواب زیارتنا
یعنی جو شخص نہ قادر ہو ہمارے ساتھ نیکی کرنے پر اسے چاہیے کہ وہ نیکی کرے ہمارے
صالح دوستوں کے ساتھ کہ لکھا جائے گا اس کے لئے ثواب ہمارے ساتھ نیکی کرنے کا
اور جو شخص نہ قادر ہو ہماری زیارت پر اسے چاہیے کہ وہ زیارت کرے ہمارے
صالح دوستوں کی کہ لکھا جائے گا اس کے لئے ثواب ہماری زیارت پر اور یہ دونوں
حدیثیں کتاب وسائل الشیعہ میں موجود ہیں اور جو کلام فاسد و خیال باطل بعض لوگوں
کا سوال میں مذکور ہے وہ لغو محض ہے اور سراسر بے ادبی بلکہ بے دینی ہے واللہ العالم

عقیدت کے چند انمول جواہر جن کو پیش کیا یقینی طور پر وہ ہمارے سوالات جو ذہنوں
میں پیدا ہوتے ہیں مثل تار عنکبوت کے ٹوٹ جاتے ہیں۔

احاطہ میں واقع ہے جس کا دروازہ مشرق رویہ ہے۔ اس قبرستان میں مومنین کی بہت سی قبریں بنی ہیں۔ جو آپ کے مزار کے چاروں طرف ہیں اور ان پر اکثر قطعات تاریخ وفات پتھروں پر کندہ ہیں۔ اسی احاطہ میں تین در کی ایک چھوٹی سی مسجد بھی ہے۔ جس کو شاید دہلی کی کسی شاہزادی نے تعمیر کیا تھا۔ اسی طرف چند اہل ایران کی قبریں بھی ہیں اور ان کے مجتہد خاص قاضی صاحب کے مزار کے قریب مدفون ہیں۔ صفویہ سید قندھاری بیگم کے باغ میں اس کی قبر بھی ہے۔ یہ بیگم شاہزادی ایران نسل امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے شیعہ مذہب تھی۔

ایک سو انہتر ۱۶۹ سال کے بعد روضہ کی تعمیر ہوئی جس میں دس مدور در ہیں۔ اور جس کو ۱۱۹۰ھ میں سید علی نقی ڈپٹی کلکٹر نے شرکت شیعہ تعمیر کرایا جس کی تاریخ تعمیر مرزا حاتم علی بیگ مرحوم لکھنوی مہر سے والد مغفور کے دوست نے تصنیف فرمائی یہ ہے ؎

بحکم حاکم بظلم ظالم تعب کشیدہ شہید ثالث   غریب و بیکس بزرگ سید ستم رسیدہ شہید ثالث

زبان حق گوش بگفتی بگوش ناحق شنو گراں بد   بکام ناکام زہر تیغ جفا چشیدہ شہید ثالث

جناب نور اللہ حزیں مدام از جنت نعمت انجا   خوشا متاعے کہ از مظالم نجات دیدہ شہید ثالث

نیا شہاد ندا اہل عرفاں مکاں آں آفتاب ایماں   خوش آسمانے بریں زمینے کہ آرمیدہ شہید ثالث

بتو خواست جہ سخن سہ ازیں مکاں نشانی بگفت ہاتف   پہ غم جہ شد ۔ ال تجری زباں بریدہ شہید ثالث

۱۳۵-۶۰

تعمیر مزار اقدس

شہید ثالث قاضی سید نور اللہ شوستری علیہ الرحمہ

جناب قاضی سید نور اللہ شوستری علیہ الرحمہ کا مزار اقدس شمالی ہند کے مشہور تاریخی شہر آگرہ میں دیال باغ روڈ پر واقع ہے اور مرجع خواص و عوام ہے۔ مزار اقدس کی تعمیر کی مختصر تاریخ حسب ذیل ہے۔

سید شبیر حسین محسن صاحب متوطن محلہ نوایاں قصبہ موہان ضلع اناؤ ص۱۹۲۶ء میں ایک رسالہ حالات شہید ثالث علیہ الرحمہ پر بنام "ذکر حمید در احوال نور اللہ شہید" مطبوعہ اثنا عشری لکھنؤ تالیف فرمایا تھا جس میں مزار اقدس کی ابتدائی تعمیر کے متعلق تحریر ہے کہ۔ قاضی صاحب کی قبر مدت تک بے نشان رہی مگر عرصہ کے بعد منصور خاں صوبیدار آگرہ نے ظاہر کیا ورنہ ایک فرضی قبر کی زیارت ہوتی تھی۔ آگرہ میں ایک محلہ کا بازار بنا۔ اس کے ملحق منصور خاں کی گنڈی اسی منصور خاں کی یادگار ہے۔ یہ مزار آگرہ میں عدالت دیوانی کے قریب نہر کے پار ہری پربت کے پاس ایک پختہ

۱۹۰۳ء میں بکوشش سید کفایت حسین تحصیلدار خان بہادر سید ابوالحسن تحصیلدار
وسید ناظم حسین وکیل ودیگر مومنین دروازے لگائے گئے۔

قطعہ تاریخ شہادت جو لوح قبر پر کندہ ہے۔

مرقد منور سید نور اللہ شوستری الحسینی

حامی اطفائے نور اللہ کرد	قرۃ العین نبی را سر برید
سال تکلی حضرتش ناصر علیؑ	گفت نور اللہ سید شد شہید

۱۰۱۹ھ

مولانا سید سبط الحسن صاحب ہنسوی صاحب اعلی اللہ مقامہ سیکریٹری مزار اقدس
شہید ثالث علیہ الرحمہ در احوال شہید مطبوعہ ۱۳۸۲ھ میں ارقام فرماتے ہیں۔
شہادت کے بعد شہید علیہ الرحمہ کی لاش مبارک کو شہر (شہر اکبر آباد عرف آگرہ) سے
عیسیٰ آباد جنگل میں ڈال دیا گیا اور دفن کرنے کی بھی اجازت نہیں دی گئی۔ کئی دن
کے بعد جب بادشاہ نے ایک ہولناک خواب دیکھا تو دفن کرنے کی اجازت دی۔

ایک مشہور روایت یہ بھی ہے کہ ایک نووارد ایرانی تاجر نے خواب میں جناب
سیدۂ عالمیاں صلوٰۃ اللہ علیہا کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے دیکھا کہ میرا فرزند نور اللہ بے دفن
وکفن پڑا ہے۔ اس کی طرف متوجہ نہیں ہوتے ہو۔ یہ سن کر وہ شریک دفن ہوا جناب
شہید کی عظمت وجلالت کے پیش نظر کوئی مومن اس خواب کے متعلق شک وشبہ
نہیں کر سکتا۔ بہرحال جناب شہید کے دفن ہو جانے کے بعد آپ کے جلیل القدر

فرزند قبر مقدس کے مجاور رہے۔ لیکن ایک سال بعد پنجم ربیع الاول کو ۱۰۲۰ھ کو آپ
راہی جنت ہوئے اور اپنے پدر بزرگوار کے قریب ہی ہمیشہ کے لئے آسودہ حال ہو گئے
اس مقدس مقام پر اکثر علماء واکابر بھی سپرد خاک کئے جاتے رہے ہیں۔ اکثر
قبور کے نشانات مٹ چکے ہیں۔ اور بعض اب تک ظاہر وہویدا ہیں۔

۱۱۲۸ھ میں سید علی رضوی دفن ہوئے۔

۱۱۹۱ھ میں سید علی اکبر بن معز الدین محمد الحسینی الرضوی الینتاپوری دفن کئے گئے
جن کی قبر جناب شہیدؒ کے پائیں پازنانے کمرے میں موجود ہے۔

۱۱۹۳ھ میں میر نصر اللہ بن شہاب موسوی جو بگلم شہید کئے گئے تھے یہاں سپرد
خاک کئے گئے۔ سال تاریخ جو قبر پر ہے وہ یہ ہے ؎

چو شد مقتول گفتم سال تاریخ	شہیدی جنتی شد سید پاک

۱۱۹۳ھ

اس سال باپ کے غم میں سید حسن موسوی بن نصر اللہ نے بھی انتقال فرمایا
اور قریب میں دفن ہوئے۔ تعویذ پر تاریخ یہ ہے۔

سال تاریخ فوت او عالی	بود ایں تربت حسن گفتار

۱۱۹۳ھ

۱۱۹۴ھ میں میر محمد علی موسوی یہیں دفن ہوئے۔ قبر پر سال تاریخ یہ ہے ؎

یارب از بہر محمدؐ علی محشور باد

۱۱۹۴ھ

۱۲۱۲ھ میں امیر ابو المعالی بن روح الامین یہاں دفن ہوئے ۔ لوح پر یہ تاریخ کندہ ہے ۔

"ذات عالی" گشت سال رحلتش

۱۲۱۲ھ

حوادث ایام و امتداد زمانہ کی وجہ سے جب مرقد مبارک خراب و خستہ حالت میں ہو گیا تو محمد شاہ کے زمانے میں جب کہ امیر الامراء ذوالفقار الدولہ نواب نجف خاں متوفی ۱۱۹۶ھ مختار کل ممالک محروسہ تھے ۔ اور وزارت عظمیٰ پر فائز تھے ۔ انہی کے دوران وزارت میں میر محمد منصور موسوی نیشاپوری نے جو آگرہ کے گورنر تھے ۱۱۸۸ھ مطابق ۱۷۷۴ء میں مرقد منور کی تجدید کی اور مسقف عمارت تعمیر کروائی جس کے در بدون بغیر دروازوں کے تھے اور اس کے چاروں طرف پر فضا و باغ لگوایا ۔ محمد وحید اللہ بدایونی اپنی تاریخ ہندوستان "موسومہ تاریخ نو" میں تحریر کرتے ہیں ۔

• درحین صوبہ داری اکبر آباد از امیر منصور بسیار کار عمدہ بظہور رسید از انجملہ مقبرہ سید نور اللہ شوستری بعمارت نفیس و متین و باغ بسیار عمدہ و رنگین تعمیر و ترتیب نمود

ترجمہ :۔ امیر منصور موسوی نے اکبر آباد کی صوبے داری کی زمانے میں بہت سے اچھے کام کئے ۔ منجملہ ان کے سید نور اللہ شوستری کا مقبرہ ہے جو ایک نفیس و متین عمارت ہے اور اس کے چہار جانب بہت ہی عمدہ سرسبز و رنگین باغ لگوایا ۔

(تاریخ نو صـ ۲۸ مطبوعہ مطبع احمدی)

میر منصور موسوی نے مرقدِ شہیدؒ سنگ سرخ کا ایک کتابہ بھی نصب کیا تھا جو اس وقت آپ کے پائین منور کی دیوار میں نصب ہے ۔ اس پر یہ عبارت کندہ ہے ۔

"مرقد مطہر منبع سید سندی عالی مقدار شہید سعید والا تبار بہار باغ امامت سحاب گلشن سیادت برق کشتہ زار اہل ضلالت پیشوائے فرقہ ناجیہ باسعادت یادگار شہسوار یثرب و بطحا چشم و چراغ شہید کربلا آفتاب آسمان ہدایت و رہبری ابوالفضائل سید نور اللہ شوستری نور اللہ مضجعہ کہ در ۱۰۱۹ھ بدرجہ شہادت فائز گشتہ و مرمت مرقد مطہرش در ۱۱۸۸ھ بظہور پیوستہ ۔

مقبرہ شہیدؒ کی تعمیر کے بعد ایک مغلیہ شہزادی نے مزار مبارک کے قریب ایک چھوٹی سی سہ دری مسجد کو تعمیر کرایا تھا جو اب تک موجود ہے ۔

جب زمانہ کی مخالف ہواؤں سے باغ نذر خزاں ہو گیا تو سرسبز و شاداب درختوں کی جگہ جنگلی خار دار جھاڑیوں نے لے لی اور مومنین کی غفلت دیکھی تو جی سے مقبرہ نے شکستہ ہو کر خرابہ کی شکل اختیار کر لی ۔ اور اس نشان شیعت کا کوئی بتلانے والا نہ رہا ۔ امکان تھا کہ قبر مطہر ہمیشہ کے لئے نگاہ سے پوشیدہ ہو جاتی ۔ اس وقت خداوند عالم نے ایک مرد حق آگاہ کو اس کی حفاظت کے لئے متعین فرمایا ۔ آج سے ایک سو گیارہ برس قبل کی بات ہے کہ ۱۳۱۲ھ میں جناب آیۃ اللہ فی العالمین فردوس مآب علامہ سید حامد حسین صاحب موسوی کنتوری اعلی اللہ مقامہ اور آپ کے بڑے بھائی علامہ سید اعجاز حسین صاحب مؤلف کشف الحجب والاستار ہندوستان کے نہ مٹنے والے

نشان شیعت کو اجاگر کرنے کے لئے لکھنؤ سے آگرہ تشریف لائے، زیارت قبر مبارک پر جو جذبات آپ کے قلب میں ابھرے۔ جناب کے مکتوب بنام مولوی علی صاحب پر بزبان عربی سے واضح ہے آپ فرماتے ہیں۔

(ترجمہ اردو) میری آنکھیں اس مزار کی زیارت سے روشن ہوگئیں اور مجھ پر انوار حق اس کی چمک سے نمایاں ہوگئے ہیں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اس مزار کو باطل عقیدے رکھنے والا دیکھے تو مومن ہو جائے۔ اور اگر دل میں دغل رکھنے والا اس کا مشاہدہ کرے تو صاحب یقین ہو جائے۔ اس روضہ سعادت کی خوشبوئیں پھیلتی ہیں اور شہادت کی معطر ہوائیں چلتی ہیں۔ انسان کا دل اگر پتھر کا بھی ہو تو موم ہو جائے اور ہر متکبر ان کی عظمت کے سامنے تواضع کرنے لگتا ہے

اور اسی خط سے مزار کی حالت بھی واضح ہے جو اس وقت تھی۔

(ترجمہ اردو) یاد رہے کہ یہ قبر مطہر جس کی خوشبو پھیلتی رہتی ہے ایسے حال میں ہے کہ اس پر تعمیر کی زینت اور آرائش کا سامان جس طرح اور قبور پر ہے مطلقاً نہیں ہے۔ بلکہ وہ ایسے مقام غیر آباد بلکہ جنگل میں ہے کہ سوائے کوشش بلیغ سے تلاش کرنے والے کے جو بڑا تعب اٹھائے اور کوئی اس تک نہیں پہنچ سکتا۔ یہاں تک کہ عجب نہیں ہے کہ اس کا نشان بھی مٹ جائے۔ اور کچھ خبر بھی اس کو معلوم نہ ہو۔ اس لئے کہ حق اس شہر میں نہایت پوشیدہ اور اس شہر کے ظالم لوگوں پر جہل غالب ہے۔ لیکن خدا تو اپنے نور کو پورا کرکے ہی رہے گا۔ اور حق کا ظہور زیادہ ہوگا اور اس شہر کے اہل عناد سے اگر کوئی پردیسی اس قبر شریف کا پتہ پوچھتا ہے تو اس کو

نہیں بتاتے یا تو جہل کی وجہ سے یا دشمنی کے سبب سے یا باوجود علم کے وہ یہ چاہتے ہیں کہ ان پھونکوں سے نور خدا کو خاموش کر دیں۔ مگر خدا ضرور اپنے نور کو تمام کرے گا اگرچہ حق پر پردہ ڈالنے والے خدا کے دشمنوں کو برا معلوم ہو۔

جناب فردوس مآب کی توجہ دہانی کا نتیجہ یہ ہوا کہ ۱۲۹۰ھ مطابق سنہ ۱۸۷۳ء میں سید علی نقی جعفری بہبرسری نے دوسرے مومنین کی مدد سے از سر نو اغاثہ نما عمارت مزار کو تعمیر کرایا۔ سال تاریخ اس قطعہ سے ظاہر ہے۔

فرمود علی نقی مزارش تعمیر — گشتند جمیع مومنینش ہمراہ
سال تاریخ این مبارک روضہ — جنات نعیم مرقد نور اللہ

سید علی نقی صاحب سررشتہ دار کمشنری آگرہ نے مزار اقدس شہید ثالث علیہ الرحمہ کی تعمیر نو کے لئے اخبار الاخبار ۳ رجب ۱۲۹۰ھ مطابق ۲۶ اگست سنہ ۱۸۷۳ء مطبوعہ مطبع اخبار الاخبار محلہ فرنگی محل لکھنؤ میں شائع کرائی۔ اس اپیل کی روشنی میں مزار اقدس شہید ثالث علیہ الرحمہ کی تعمیرات سے متعلق بعض حقائق واضح ہوتے ہیں ملاحظہ ہو

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی ھدی والصلوٰۃ علی عبادہ الذین اصطفیٰ

ارباب ہمت اور طالبان آخرت کی خدمت میں گزارش ہے کہ چونکہ وجود علمائے کرام اور اولیائے عظام کا خصوصاً شہدائے ذوالاحترام بنص قرآنی مردہ بھی مثل زندہ ہیں حیاً و میتاً اہل شہر کے واسطے بلکہ اہل اقلیم کے واسطے موجب استفاضہ برکات اور باعث دفع بلیات دنیاوی ہوا کرتا ہے اور ایسے بزرگان دین کی خدمت

اور ان کے مقابر کی زیارت سے انوار باطنی اور تزکیۂ معنوی حاصل ہوا کرتا ہے لہذا مناسب ہے کہ جس جس شہر میں ایسے بزرگ عالی قدر موجود ہوں وہاں کے باشندے اس کی تعظیم وتکریم واعانت میں دریغ کریں جس جس جگہ ایسے بزرگوں کے مزار ہوں تو وہاں کے رئیس ان کی ترمیم وتجدید کو فرو گذاشت فرمادیں۔ بناءً علیہ اس شہر آگرہ میں بعنایت ایزدی منجملہ ایسے بزرگان دین کے مزار خالص الانوار عالم ربانی مجتہد صمدانی حامی ملت محمدی صاحب کمالات ظاہری ومعنوی رئیس المتکلمین کاسر اعناق ، مخالفین قاضی نور اللہ شوستری شہید ثالث نور اللہ مرقدہٗ کا ایک مقام ویران میں موجود ہے اور اس جگہ کوئی مقام آسائش وآرام ان کے زائرین کے واسطے نہیں ہے۔
اگرچہ بعض مومنین اس شہر کے بالالتزام ہر پنجشبہ کو ان کے اس مزار پر جاکر مجلس عزا اور فاتحہ خوانی کرتے ہیں اور حتی المقدور وہاں کی جاروب کشی وغیرہ ودیگر خدمت بجالاتے ہیں لیکن ان کو اس قدر وسعت نہیں کہ وہ اس قبر پر ایک مسقف مکان مختصر تعمیر کرادیں کہ جس کے نیچے اہل مجلس تمازت آفتاب وبارش سے استفادہ ہوکر بیٹھیں اور باطمینان خاطر فاتحہ خوانی کریں۔ چونکہ صاحب قبر وہ مقبول خدا ہے جس کی تجہیز وتکفین کے واسطے ذوالفقار الدولہ سپہ سالار جہانگیر بادشاہ کو جناب بضعۃ الرسول سیدہ بتول صلوٰۃ اللہ علیہا نے بمقام گوالیار عالم رویا میں حکم فرمایا تھا اور اس دیندار   آگرہ مقام شہید سے نعش کو اٹھا کر دفن کرایا۔
لہذا بعض مومنین وارد آگرہ نے یہ ارادہ کیا ہے کہ جس بزرگ کی عدم تجہیز وتکفین

سے جناب سیدہ کو بے چینی ہو اس کے مزار کی ترمیم وتجدید اور تشئیۂ   ق قبر بوسیدہ کرانا ضرور ہے چنانچہ چند مومنین ذی ہمت کے اتفاق سے تخمینہ سو روپیہ فراہم ہوگیا ہے۔ چار سو روپیہ کی اور ضرورت ہے لہذا حضرات مومنین اور محبان آئمہ طاہرین کی خدمت میں گذارش ہے کہ جن جن حضرات کو اس کار خیر میں اعانت وامداد منظور ہوئے اور جناب سیدہ کی خوشنودی منظور ہوئے وہ حضرات حسب ہمت وتوفیق اس امر میں شریک ہوں اور عنداللہ زمرہ اسخیا اور مخیران میں معدود اور محسوب ہوں۔

۱۳۳۰ھ مطابق ۱۹۱۲ء میں مزار اقدس کے انتظام وانصرام کے لئے سرکار ناصر الملۃ کی سرپرستی میں انجمن معین الزائرین قائم ہوئی اور سالانہ مجالس یادگار شہید ثالث علیہ الرحمہ کی بنا ہوئی۔ اس انجمن کے پہلے سیکریٹری جناب سید حسن عباس صاحب کنتوری منتخب ہوئے۔ اور سید ناظم حسین صاحب متولی مزار مقرر ہوئے۔ مولانا سید حسن عباس صاحب کے دور نظامت میں ایوان مزار میں اضافہ ہوا اور ایک کمرہ مستورات کے لئے بھی تعمیر ہوا اور اندرون مزار سنگ مرمر کا فرش اور ممبر تعمیر ہوا۔ متعدد حضرات کے عطا ہائے کمرے تعمیر ہوئے اور ان کے نام کے کتبے کمروں اور دروازوں پر نصب کئے گئے۔ ایک کمرہ الحاج خورشید خورشید علی صاحب رئیس جلالی نے ۱۳۴۶ھ میں بحسب نذر صاحبزادہ سید علی ظہیر صاحب تعمیر کرا کے وقف مزار مقدس فرمایا اور دو کمرے چودھری سید ارشاد

حسین صاحب ردولوی نے تعمیر کروائے۔ عظیم الشان صدر دروازہ بھی سرکار ناصر الملۃ کے عہد سرپرستی میں تعمیر ہوا۔

۱۳۶۱ھ مطابق ۱۹۴۲ء میں سرکار ناصر الملۃ کی وفات کے بعد آپ کے خلف الرشید حجۃ الاسلام سرکار سعید الملۃ مولانا سید محمد سعید الموسوی النیشاپوری کنتوری مجتہد العصر مزار اقدس و انجمن معین الزائرین کے سرپرست مقرر ہوئے۔ اسی سال سرکار ناصر الملۃ کی نصیحت کے مطابق آپ کا جنازہ آگرہ لایا گیا اور چودھری سید ارشاد حسین صاحب ردولوی نے اپنے دونوں کمروں کو مزار ناصر الملۃ طاب ثراہ کے لئے وقف فرمایا اور ان دونوں کمروں کی کمی کو جناب رانی صاحب محمود آباد و بلرام پور نے دو اور بڑے کمرے معہ دو سائڈ روم و برآمدہ تعمیر کرا کے پورا کر دیا۔

سرکار سعید الملۃ اور آپ کے برادر بزرگ سرکار نصیر الملۃ طاب ثراہ مزار اقدس کی ترقی و بہبود کے لئے کوشاں رہے اور آپ نے سید ثامن حسن صاحب کو صدر انجمن معین الزائرین مقرر فرمایا جو انتظامات مزار اقدس میں سرگرم رہے۔

۱۳۳۲ھ مطابق ۱۹۵۱ء میں جناب مولانا سید سبط الحسن صاحب ہنسوی کو سیکریٹری مزار مقدس مقرر کیا گیا اور آپ بھی تا حیات امور مزار کی تکمیل میں نہایت سرگرم رہے۔

۱۹۴۷ء میں ہند و پاکستان کی تقسیم ہوئی۔ ہجرت سے قبل سیٹھ حاجی داؤد ناصر صاحب بمبئی نے مزار اقدس کے شمال اور جانب مشرق نہر کے پار کے پلاٹ خرید فرما کے مزار اقدس کے لئے وقف فرما دیئے۔

۱۹۵۵ء میں سالانہ مجلس کے موقع پر سرکار نصیر الملۃ نے اپنے دست مبارک سے نوری ناصر باغ کی دوکانات کا سنگ بنیاد رکھا اور رئیس البحار الحاج سیٹھ یوسف علی ناصر صاحب بمبئی نے ۱۹۵۰ء میں مبلغ بیس ہزار روپیہ کا ڈرافٹ سرکار سعید الملۃ کی خدمت میں بھیجا۔ یہ رقم اور مومنین کے چندے کی رقومات سے نوری ناصر بازار کی تکمیل ہوئی۔ سرکار نصیر الملۃ کی وفات ۱۱ رمئی ۱۹۶۶ء کو ہوئی اور جنازہ کربلائے معلیٰ (عراق) میں دفن ہوا۔

سرکار سعید الملۃ کی سرپرستی میں متعاون خاص خطیب الایمان مولانا سید مظفر حسین صاحب طاہر جروی مومنین کے گرانقدر عطیات سے ۱۳۸۶ھ مطابق ۱۹۶۶ء میں تیسری بار مزار مقدس شہید ثالث علیہ الرحمہ کی عمارت بطرز کربلا و نجف معہ منارہ قبہ از سر نو تعمیر کی گئی۔ اور قبر انور پر سنگ مرمر کی جالی دار چھپرکھٹ بھی بنوائی گئی۔

سرکار سعید الملۃ کی وفات ۱۱ ستمبر ۱۹۶۷ء کو ہوئی۔ آپ کا جنازہ آگرہ میں مزار ناصر الملۃ میں دفن ہوا۔ سرکار سعید الملۃ کی وفات کے بعد سرکار روح الملۃ مولانا سید علی ناصر سعید عبقاتی مجتہد العصر سرپرست مزار اقدس ہوئے۔

جناب مولانا الحاج سید سبط الحسن صاحب ہنسوی اعلی اللہ مقامہ نے ۷ اپریل ۱۹۷۰ء کو علی گڑھ میں وفات پائی۔ اور آپ کا دفن مزار ناصر الملۃ میں واقع ہوا۔ آپ کی وفات کے بعد جناب مولانا سعادت حسین خان صاحب مجتہد العصر مزار اقدس کے سیکریٹری مقرر ہوئے۔

اجمالی جائزہ

باعتبار سنین ہجری و عیسوی

۹۵۶ھ / ۱۵۴۹ء — شہید ثالثؒ کی ولادت بمقام شوستر (ایران) میں ہوئی۔

۹۷۹ھ / ۱۵۷۲ء یا ۹۸۰ھ / ۱۵۷۲ء — آپ اپنے وطن شوستر سے مشہد مقدس تشریف لائے

۹۹۲ھ / ۱۵۸۴ء — تبلیغ و اشاعت مذہب کے لئے (بعہد شہنشاہ اکبر) ہندوستان تشریف لائے۔

۹۹۴ھ / ۱۵۸۶ء یا ۹۹۵ھ / ۱۵۸۷ء — جب اکبر اعظم کا لاہور میں ورود ہوا تو آپ کو قاضی شیخ معین متوفی ۹۹۵ھ کی جگہ پر قاضی القضات لاہور مقرر کیا گیا۔

۹۹۸ھ / ۱۵۸۹ء — اس مدت میں آپ نے مجالس المومنین کو تصنیف کیا۔

۱۰۱۴ھ / ۱۶۰۵ء — احقاق الحق کو تصنیف کیا اور اس کے بعد آپ نے الصوارم المہرقہ کو تصنیف کیا۔ جو ۱۰۱۴ھ و ۱۰۱۹ھ کے درمیان کی تصنیف ہے۔ یہی وہ تصانیف ہیں (خصوصاً احقاق الحق) جو آپ کی شہادت کا باعث ہوئیں۔

۱۸ جمادی الآخر ۱۰۱۹ھ / ۸ ستمبر ۱۶۱۰ء — تبلیغ و اشاعت مذہب شیعہ کے جرم میں بادشاہ جہانگیر نے بضرب درۂ خاردار آپ کو شہید کر ڈالا اور آبادی شہر سے دور سنسان جنگل میں آپ کی لاش مبارک کو بے غسل و کفن ڈال دیا گیا۔ تین دن بعد اسی سنسان بیابان میں آپ دفن ہوئے اور یہیں مرقد مبارک بنایا گیا۔

۱۰۲۰ھ / ۱۶۱۱ء — شہید ثالث کے فرزند اکبر سید شریف الحسینی نے جو مجتہد تھے اور قبر شہید کی مجاوری کرتے تھے انتقال کیا اور اپنے پدر بزرگوار کے جوار میں دفن ہوئے۔

۱۰۴۸ھ / ۱۶۳۵ء — اموات مومنین اس مقام پر دفن ہونے لگے

۱۱۸۸ھ / ۱۷۷۴ء — امتداد زمانہ کی وجہ سے مرقد منور شکستہ حالت میں ہو چکا تھا۔ سید محمد منصور موسوی نیشاپوری نے مرقد منور پر سقف عمارت (جس میں مدور دو منبر دروازوں کے

تھے) تعمیر کرائی اور قبر پر سنگِ سرخ کا ایک کتبہ نصب کیا۔ موجودہ عمارت تو نہیں یہ کتبہ زنانہ کمرہ میں نصب ہے جو پائین پا واقع ہے۔

۱۲۷۱ھ / ۱۸۵۴ء

حوادث زمانہ اور مومنین کی بے توجہی سے عمارت مزار منہدم ہو گئی اور اس کے ملبے کے نیچے مرقد شہید پوشیدہ ہو گیا۔ سنسان جنگل پہلے سے تھا ہی۔ اب خودرو جھاڑیوں اور خاردار درختوں کی افزائش کی وجہ سے یہ مقام خوفناک درندوں اور موذی حشرات الارض کا مسکن ہو گیا یہاں تک کہ قبر کا نشان بتلانے والے بھی نہ رہے۔ اس موقع پر دنیائے شیعیت کی نامور روحانی ہستی آیۃ اللہ علامہ سید حامد حسین موسوی نیشاپوری مجتہد العصر مصنف عبقات الانوار قبر مطہر شہید کو تلاش کرنے کے لئے مع اپنے برادر علامہ سید اعجاز حسین موسوی نیشاپوری مصنف کشف الحجب والاستار آگرہ تشریف لائے اور بڑی زحمت و تعب و مشقت کے بعد مرقد شہید کو کشف کر کے نمایاں کیا اور مومنین کو شہید ثالث کی جلالت قدر سے آگاہ کر کے پھر سے نئی عمارت بنانے کی طرف متوجہ کیا۔

۱۲۹۰ھ / ۱۸۷۳ء

جناب فردوس مآب علامہ سید حامد حسین موسوی نیشاپوری مجتہد العصر کی سرپرستی میں زیر اہتمام سید علی نقی صاحب جعفری پیرسری باغات مومنین سابقہ عمارت کی بنیاد پر دوسری عمارت تعمیر ہوئی۔ اس میں بھی صرف مدور در تھے۔ دروازے نہ تھے۔

۱۳۰۶ھ / ۱۸۸۸ء

سرپرست مزار جناب فردوس مآبؒ نے انتقال فرمایا اور ان کے خلف الصدق جناب آیۃ اللہ ناصر الملۃ والدین مولانا سید ناصر حسین صاحب موسوی نیشاپوری مجتہد العصر نے مزار اقدس کی سرپرستی کے فرائض انجام دینے شروع کئے اور اپنے والد علام کی طرح مزار اقدس کو تاحیات مزید ترقی دیتے رہے۔

۱۳۳۱ھ / ۱۹۱۲ء

چونکہ مزار تک پہنچنے کے لئے دیوانی کچہری کے بعد راستہ بہت زیادہ خراب اور ناہموار تھے۔ رنالے اور خندق کی وجہ سے عبور و مرور دشوار تھے۔ اس لئے ۱۳۳۱ھ مطابق ۱۹۱۲ء میں حسب خواہش سرکار ناصر الملت و سعی نواب سر فتح علی خان قزلباش لاہور دیوانی کچہری سے نہر تک گورنمنٹ نے پختہ سڑک بنوائی اور مزار

سے ہزینہ دس ہزار) مومنین کے چندے سے سڑک بنوائی گئی
اسی سال سرکار ناصر الملت کی زیر سرپرستی مزار کی
نگرانی و انصرام امور کے لیے انجمن معین الزائرین قائم
ہوئی اور سالانہ مجالس یادگار شہید کی بنیاد پڑی۔ اس انجمن
کے پہلے سیکریٹری مولانا سید حسن عباس موسوی نیشاپوری منتخب
ہوئے اور سید ناظم حسین صاحب متولی مزار نے تولیت
مزار کی تمام ذمہ داریاں اس انجمن کے سپرد کر دیں۔ مولانا
سید حسن عباس صاحب موسوی کے دور نظامت میں ایوان
مزار کا اضافہ ہوا۔ ایک کمرہ مستورات کے لیے بنا۔ اندرون
مزار مرمری فرش و مرمری منبر بنا۔ آہنی پنڈال سالانہ
مجالس کے لیے نصب کیا گیا۔ مشرقی کمرے قیام زائرین
کے لیے اور عظیم الشان پھاٹک و دیگر عمارت کی تعمیر ہوئی۔

۱۳۶۱ھ / ۱۹۴۲ء

سرکار ناصر الملت کے ارتحال کے بعد ان کے خلف
الصدق حجۃ الاسلام سرکار سعید الملت مولانا سید محمد سعید
الموسوی النیشاپوری مجتہد العصر مزار اقدس و انجمن معین
الزائرین کے سرپرست ہوئے۔ اس سال حضرت صدر
المحققین سرکار ناصر الملت کی وصیت کی بنا پر سرکار
طالب شاہ کا جنازہ لکھنؤ سے لایا گیا اور چودھری سید ارشاد

حسین صاحب مرحوم رئیس ردولی ضلع بارہ بنکی نے اپنے
تعمیر کردہ دو کمروں کو مزار ناصر الملت کے لیے مخصوص
کر دیا اور ان متذکرہ کمروں کی کمی کو سرپرست مزار سرکار
سعید الملت مدظلہ اور سرکار نصیر الملت طالب شاہ کی
توجہ دہانی سے دو بڑے خوش نما کمروں (مع دو سائیڈ روم
و برآمدہ) کے جناب سیدانی صاحبہ محمود آباد و بلہرا ادو
ستھنا نے زر کثیر صرف کر کے قیام زائرین کے لیے
تعمیر کرا کے پورا کیا۔

• سرکار سعید الملت مدظلہ اور موصوف کے برادر
بزرگ سرکار نصیر الملت طالب شاہ برابر مزار اقدس
کی ترقی و بہبود کے لیے کوشاں رہے اور صدر انجمن
معین الزائرین سید ناصر حسین صاحب مزار اقدس
سے اپنی فطری دلچسپی اور عقیدت کی بنا پر ان امور
میں سرگرمی کے ساتھ حصہ لیتے رہے۔

سرپرست مزار اور سرپرست انجمن معین الزائرین سرکار سعید
الملت مدظلہ نے مزار اقدس و انجمن کی نظامت کے فرائض
بحیثیت آنریری جنرل سیکریٹری مولوی سید علی حسن نجفی کے سپرد فرمائے
میں نے باوجود اپنی ضعیفی کے یاعلی کہہ کر اس بار عظیم کو

اٹھالیا اور خوش قسمتی سے سرکار کی سرپرستی و سربراہی میں مزار مقدس کی نمایاں ترقیاں حاصل ہونے لگیں۔

۱۳۸۶ھ / ۱۹۶۶ء

مولوی عبدالحسن ہنوی کے دورِ نظامت تولیت میں بہ تعاون خاص خطیب الایمان مولانا سید مظفر حسین صاحب طاہر عبقاتی نبیرہ سرکار ناصر الملت مومنین مخلصین کے گرانقدر عطایا سے تیسری بار از سر نو جدید عالیشان عمارت مزار مع ہر دو منارہ و قبہ تعمیر ہوئی جو ایک جانب سے حرم اقدس امیر المومنین صلوٰۃ اللہ علیہ اور ایک جانب سے حرم اقدس سید الشہداء علیہ الصلوٰۃ والسلام دکربلاو معلی کی شبیہ ہے۔

۱۳۹۰ھ / ۱۹۷۰ء

تعمیر جدید مزار اقدس کا جشن افتتاح ہوا جس میں خطیب الایمان مولانا سید مظفر حسین طاہر عبقاتی کی دعوت پر نمائندگان مراجع تقلید عالم شیعیت و اعاظم علمائے ایران وعراق ولندن ونیز نمائندہ آریا مہر شہنشاہ ایران و سفیر کبیر ایران متعینہ دہلی اور وزرائے مرکز جمہوریت ہند و گورنر یوپی و دیگر رہبران ملک و ملت نے شرکت فرمائی۔

حالات وخدمات

شہیدِ رابعؒ

علامہ مرزا محمد کامل دہلوی

نام :- مرزا محمد کشمیری ثم دہلوی

تخلص :- کامل　　لقب :- شہید رابع

والد کا نام :- عنایت اللہ احمد خاں کشمیری

تصنیف :- نزہۃ اثنا عشریہ" (۵ جلدیں)

شہادت :- ۱۲۲۵ھ/۱۸۱۰ء

مزار مبارک :- پنجہ شریف دہلی (ہندوستان)

سن مبارک :- ۵۰ برس

دنیا میں کروڑوں انسان پیدا ہوتے ہیں اور مرجاتے ہیں لیکن دنیا میں کچھ انسان ایسے بھی پیدا ہوتے ہیں جو اپنے کردار و کارناموں، علم و عمل اور ایثار و قربانی کی وجہ سے تاریخ آدم عالم میں ہمیشہ ہمیشہ زندہ رہتے ہیں۔ انہی مقدس و مقتدر ہستیوں میں ایک عظیم نام علامہ مرزا محمد کشمیری شہید رابع کی ذات والا صفات ہے جو اپنے اوصاف حمیدہ، صفات جلیلہ اور عظیم علمی کارناموں اور قربانیوں کی وجہ سے آج بھی زندہ ہیں اور تا قیام قیامت زندہ رہیں گے۔ ذیل میں ہم ان کی شخصیت اور کردار و کارناموں کا اجمالی جائزہ نذر قارئین و مومنین کر رہے ہیں۔

آپ کی شہرت کا اصل سبب آپ کا وہ علمی کارنامہ ہے جو آپ نے نزہۃ اثنا عشری بجواب تحفہ اثنا عشریہ تحریر فرمایا ہے۔ آپ کی تصانیف کی ایک بہت بڑی تعداد جس میں تقریباً پندرہ کتابیں آج بھی مختلف لائبریریوں میں موجود و محفوظ ہیں لیکن بد قسمتی سے آج تک اردو میں ان کی تصانیف کا ترجمہ نہ ہو سکا جس کی وجہ سے آپ کی شخصیت و کارنامے عامۃ المومنین کا کیا ذکر ہے اہل نظر کی نگاہوں سے بھی پوشیدہ ہیں۔

ابتدائی تعلیم

علامہ مرزا محمد کشمیری شہید رابع نے بچپن سے لے کر زندگی کے آخری لمحات تک، تمام زندگی علوم کی اشاعت اور شریعت محمدی کو پھیلانے کے لئے وقف کردی۔ ابتدائی تعلیم کے حصول کے لئے صرف و نحو و منطق و فلسفہ کے دیگر درسیات اپنے زمانے کے بہترین اساتذہ سے پڑھے اور علم لسانیات وادبیات کی تعلیم مکمل کی۔ طب کی تعلیم قانون شیخ و شرح موجز علامہ زمان حکیم شریف خان سے نہایت تحقیق اور غور و فکر سے حاصل کی۔ علوم دینی و نقلیہ سید جلیل القدر مولانا سید رحم علی صاحب کی خدمت میں حاصل کئے۔

کتب بینی کا شوق

کم عمری میں ہی اپنی ذہانت کا لوہا منوا چکے تھے۔ آپ اپنی ذہانت سے اس دور کے علماء و فضلاء کو حیران کر دیتے تھے۔ کتابوں کے مطالعے کا بے حد شوق تھا۔ چنانچہ حکیم شریف خان مرحوم نے ایک روز ایک ضخیم کتاب حاضرین مجلس کے سامنے پیش کی اور پوچھا کہ اس کتاب کا مطالعہ آپ حضرات کتنے عرصے میں کر سکتے ہیں۔ ہر شخص نے اپنی ہمت کے مطابق و موافق جواب دیا۔ آخر میں ایک شخص نے بہت کم مدت دو ماہ مقرر کی۔ حکیم شریف خان نے مرزا محمد صاحب کی طرف اشارہ کیا اور کہا کہ اس علم کے دریا نے ۱۶ دن میں اس کتاب کا مطالعہ اس طرح کیا کہ اس میں تحریر تمام انتخابات و فوائد اپنے پاس لکھ لئے۔

اساتذہ کی تعظیم

مولانا رحم علی سے علوم عقلیہ کی تعلیم پائی تھی ان کی اس قدر تعظیم کرتے تھے کہ ایک مرتبہ ایک مداح نے ایک مکان کا ملکیت نامہ ان کے پاس مہر و دستخط کے لئے بھیجا۔ مرزا صاحب نے وہ ملکیت نامہ اپنے ایک شاگرد کو دے دیا کہ اس پر مہر لگا دو۔ ان کے شاگرد نے مہر لگانے کے بعد آپ کا نام بھی تعظیمی الفاظ میں لکھ دیا۔ آپ تعظیمی الفاظ کے ساتھ اپنا نام پڑھ کر بہت ناراض ہوئے اور عبارت کاٹ کر اپنے قلم سے یہ لکھا کہ تصدیق کنندہ غلام خاص مولوی رحم علی مرزا محمد کامل"

قوت اجتہاد

صاحب شذور العقیان مولانا السید اعجاز حسین صاحب طاب ثراہ تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے بیشتر احباب کے پاس مسائل فقہیہ کے جوابات علامہ مرزا محمد صاحب کے دستخط شدہ دیکھے ہیں۔ فروع کے مسائل میں خود اجتہاد فرماتے تھے اور کسی کے مقلد نہ تھے۔ علم و عمل میں اس قدر کامل تھے کہ تمام ہم عصر ان کی قدر و جلالت کا اعتراف کرتے تھے۔

شاگردوں کی دلجوئی

اپنی تعلیم مکمل کرنے کے بعد تدریس کا سلسلہ شروع کیا اور اس زمانے میں رائج کتب برابر پڑھاتے رہتے تھے چونکہ اس زمانے میں

لوگ مسائل اصول وفروع سے ناواقف تھے اس لئے دینی ہمدردی کی غرض سے بعض ایسی ابتدائی کتب کا درس بھی دیتے تھے چنانچہ مرزا امیر علی علیہ الرحمہ بیان کرتے ہیں کہ آغاز جوانی سے میں کتاب حدیقۃ المتقین ملا محمد تقی مجلسی مرحوم سے پڑھتا تھا مگر بے پروائی کے ساتھ اور بے فکری سے ایک دن ازراہ کرم وشفقت مجھ پر ناراض ہوئے اور فرمایا کہ اس طرح پڑھنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ میں نے شرم وحیا سے گردن جھکالی اور سبق تمام کر کے گھر آیا۔ اتفاقاً اسی روز بیمار ہوگیا۔ دو تین روز تک جناب مرزا صاحب کی خدمت میں حاضر نہ ہو سکا۔ چوتھے روز مسجد میں نماز عشاء کے بعد وظائف وتعقیبات میں مشغول تھا دیکھا کہ قبلہ مرزا صاحب میری جانب تشریف لا رہے ہیں۔ میں اپنی جگہ سے اٹھا اور دست بوسی کی اور اس زحمت خاص سے نہایت متعجب ہوا اور بعد سلام آپ نے فرمایا کہ اس دن بر اے نصیحت میں نے جو کچھ تم کو کہا تھا غالباً ناگوار ہوا اور پڑھنا ترک کر دیا۔ عزیزمن تحصیل علوم کے فوائد محتاج بیان نہیں۔ زندگی تیز رفتار ہوا کی طرح گزر رہی ہے۔ جب یہ وقت گزر جائے گا تو کف افسوس ملو گے۔

اسباب معیشت

زمانہ کبھی اہل کمال کا ہمدرد نہیں ہوتا اور نہ وہ اس دنیا کے طلبگار ہوتے ہیں۔ خصوصاً ایسی برگزیدہ ہستیاں جن کا کل سرمایہ کسی سلطنت سے

کم نہیں ہوتا۔ شہید رابع کو صرف پندرہ روپے ماہوار حکومت کی طرف سے ملتا تھا اور اسی میں اپنے تمام اخراجات بمشکل پورے کرتے تھے۔

فن طب میں ایک تصنیف

طب سے متعلق کتابوں کو نہایت تحقیق اور غور وفکر سے پڑھا تھا اور علاج بھی برابر کرتے رہتے تھے۔ علم کے ساتھ عمل کا پلہ بھی برابر تھا اسی زمانے میں ایک مکمل کتاب اس فن میں تصنیف کی جس کا شمار مدلل کتب میں ہوتا ہے۔ لوگوں کی ناقدری کی وجہ سے کم یاب ہے مگر دہلی کے بعض کتب خانوں میں اب تک اس کے نسخے محفوظ ہیں۔

شاعرانہ ذوق وادبیات:۔

فن شعر ایک ایسے عالم روزگار کے لئے مایۂ ناز وقابل تذکرہ نہیں مگر بحیثیت ایک زبردست ادیب ہونے کے یہ ذوق فطری تھا اور کامل آپ کا تخلص تھا۔ آپ کی عربی وفارسی کی نثری تحریریں ادب کی بھرپور خوبیوں سے پر ہوتی تھیں۔ اس کتاب میں دونوں عبارتوں کے نمونے ملیں گے جس سے ماہرین ادب اندازہ کر سکتے ہیں کہ طرز تحریر میں کمالات ادبی کس حد تک موجود تھے۔ خصوصاً نزہۃ اثنا عشریہ کا دیباچہ قابل دید ہے جس کی عبارت انشاء وادبیات کا بہترین نمونہ ہے

علامہ صاحب کے اشعار عربی و فارسی میں میری نظر سے نہیں گزرے صرف ایک غزل جو بحالت مسودہ انھوں نے رف سرسری طور پر لکھی ہوئی تھی دیکھی جس میں جا بجا مصرع کٹے ہوئے تھے تبرکاً اس کی نقل پیش کی جاتی ہے۔

تصنیفات

شہید رابع کی تاریخ زندگی کا ایک زرین ورق

(۱) نزہتہ اثنا عشریہ بجواب تحفۂ اثنا عشریہ شاہ عبد العزیز دہلوی،

شہید رابع کے علمی کارنامے علماء میں تو مشہور ہیں لیکن تصنیفات کا ذخیرہ اگر شائع ہو جاتا تو علم و ادب کے قدر دانوں کے لئے ایک مفید اور تحقیقی اضافہ ہوتا۔ مگر آپ کی زندگی کا بہترین کارنامہ نزہتہ اثنا عشریہ ہے جس نے ملت اسلامیہ کی بنیاد کو مستحکم کر دیا۔

ہندوستان میں سب سے پہلی شخصیت قاضی نور اللہ شوستری علیہ الرحمہ کی تھی جن کے حالات زندگی تحریر ہو چکے ہیں۔

دوسری ہستی علامہ مرزا محمد کشمیری شہید رابع کی ہے جن کے حالات پر مشتمل صفحات ہیں۔ تیسری زندگی خاتم المتکلمین علامہ سید حامد حسین صاحب نیشاپوری کی ہے جن کے حالات بھی بشرط حیات انشاء اللہ منظر عام پر آئیں گے

مرزا محمد ملقب بہ شہید رابع شاہ عبد العزیز کے ہم عصر تھے۔ تحفۂ اثنا عشریہ ان کی تصنیف ہے۔ حقیقت حال اس کی یہ ہے کہ نصر اللہ کابلی نے ایک کتاب صواقع کے نام سے تصنیف کی تھی جس میں کتب امامیہ سے ایسے دلائل پیش کئے تھے۔ جو مخالفین کو کم میسر ہوئے ان کی سعی مشکور نہ ہوئی اور وہ کتاب کسی طرح فاضل عزیز عبد العزیز دہلوی کے ہاتھ لگ گئی۔ انھوں نے اپنی طرف سے کچھ اضافے کے ساتھ اس کا ترجمہ کر کے تحفہ نام رکھا۔ اس کتاب میں تمام تر گفتگو اصول و عقائد و فروع سے متعلق ہے۔ شاہ صاحب عبد العزیز اپنی کتاب کی اشاعت سے قبل شہید رابع سے اکثر ملتے رہتے تھے اور مختلف علوم میں مباحثہ بھی ہوتا تھا۔ مگر اشاعت کتاب کے بعد ملاقات کا سلسلہ ترک ہو گیا۔

نواب نجف خاں مرحوم کا زمانہ تھا جو اس وقت کے مقتدر اور معزز شخصیت اور مذہب شیعہ کے قابل قدر لوگوں میں شامل تھے ان کی شخصیت سے مرعوب ہو کر فاضل عزیز نے تحفہ مسروقہ کو ایک فرضی شخص غلام حلیم کے نام سے شائع کیا۔ ناحق شناسوں کا رجحان اس کتاب کی طرف ہونے لگا۔

تحفۂ شاہ عبد العزیز کی شہرت سن کر شہید رابع نے اس کتاب کا جواب دینے کے لئے کتاب تحریر کرنے کا فیصلہ کیا۔ اسباب معیشت کم تھے۔ زمانہ مخالف تھا۔ نہ تو کتابوں کا ذخیرہ تھا اور نہ ہی کوئی مددگار صرف خدا پر بھروسہ تھا۔ اسی بھروسے پر اس اہم خدمت دین کو انجام دیا۔ چنانچہ اسی

زمانے میں ایک خط جناب غفران مآب مولانا السید دلدار علی صاحب طاب ثراہ کے نام جس میں اپنے بعض مصائب و امراض کا ذکر کیا ہے افسوس کہ وہ خط مکمل نہیں مل سکا صرف ایک ٹکڑا دستیاب ہوا۔ خط مذکورہ کو ادبی قابلیت کا بہترین نمونہ ہونے کے علاوہ چونکہ شہید رابع کے بعض حالات پر مشتمل ہے اس لئے نظر قارئین کیا جا رہا ہے۔

خلاصۂ مکتوب

یہ خط شہید رابع کی عربی طرز تحریر کا ایک مختصر نمونہ ہے۔ لفظی ترجمہ طوالت کی وجہ سے ترک کیا جاتا ہے اور صرف خلاصہ قارئین کی نظر کیا جاتا ہے چونکہ خط کا ابتدائی حصہ نہیں ملا اس سے تحریر میں ربط نہیں مگر عبارت کے مضمون سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب غفران مآب نے ایک خط اور کوئی کتابچہ شہید رابع کو بھیجا تھا۔ اس کی عبارت کی تعریف اور مبارکباد پیش کرتے ہوئے تاخیر سے جواب لکھنے کی معذرت کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں کہ میں سخت بیمار ہوگیا تھا۔ بخار کی شدت نے مزاج میں سستی پیدا کردی تھی اور کمزوری کی کوئی حد نہ تھی۔ کئی دن تک بیماری کے عالم میں بستر پر پڑا رہا۔ نہ کھانے میں لطف نہ پینے میں مزا۔ یہاں تک کہ خدا نے احسان کیا۔ صحت کا آب حیات باغ جسد کی نہروں میں جاری ہوا اور زمین مردہ پر سلامتی کی بارش ہوئی۔ قبل اس

کے کہ بیماری میں انتقال ہو جاتا اس کے بعد خلوص و محبت کا اظہار کیا ہے اور ملاقات کی خواہش ظاہر کی ہے۔ آخر میں لکھتے ہیں کہ مرزا محمد کاظم خاں صاحب کے کہنے پر ترجمہ اثنا عشریہ کی چوتھی جلد آپ کی خدمت میں ارسال کر رہا ہوں خدا اس کو مکمل کرنے کی توفیق دے۔ امید ہے کہ آپ اس کو ملاحظہ فرما کر شرفیاب کریں گے۔ باقی التماس دعا۔

حقیقت یہ ہے کہ شہید رابع نے اس کتاب سے دین اسلام کی ایسی حمایت کی ہے جس کی مثال بہت کم ملتی ہے راہ خدا میں ایسا جہاد لسانی جس کے سامنے جہاد سیفی و سنانی کی کوئی حقیقت باقی نہ رہی۔ دین کی بنیادیں مضبوط ہوگئیں اور قلعہ اسلام مستحکم ہوگیا۔ جزاہ اللہ آیت صفحہ نمبر ۲۲ اگر شہید رابع اور دیگر علماء کرام ان اعتراضات کا جواب نہ دیتے تو یقیناً دائرہ اسلام تنگ نظر آتا۔

شہید رابع کی یہ فضیلت کم نہیں کہ وہ اس معرکہ کا مقابلہ کرنے کے لئے سب سے پہلے قدم اٹھانے والے ہیں اور حمایت اسلام میں ان کی کاوش قابل تحسین ہے۔ اس کتاب کی تصنیف کو سو سال سے زیادہ کا عرصہ ہو چکا ہے۔ آج تک یہ کتاب علماء و فضلاء کو فیض پہنچا رہی ہے اور مخالفین باوجود اس کے کہ تحفہ کا سکہ ان کے دلوں پر بیٹھا ہوا ہے۔ ترجمہ اثنا عشریہ کے ہر خشک و تر پر اعتقاد رکھتے ہیں اور ڈھکے چھپے طور پر شہید رابع کی دانائی اور علمی جہاد کے معترف ہیں۔ اور اس فن کا مجتہد جانتے ہیں جن لوگوں نے علم کلام کا

مطالعہ کیا ہے۔ مثلاً ممتاز مصنفین فاضل رشید اور مولوی حیدر علی وغیرہ اس کا اندازہ کر سکتے ہیں۔

کتاب نزہۃ کی خبر جب مصنف تحفہ نے سنی تو نہایت کوششوں سے اس کو تلاش کیا جو کہ ان کے اس خط سے ظاہر ہے جو حکیم شریف خاں صاحب کے نام لکھا تھا۔ ص ۲۴، ۲۵

مجھے معلوم ہوا ہے کہ فاضل کامل محقق مرزا محمد سلمہ اللہ تعالیٰ نے تحفۂ اثناعشریہ کے جواب میں کتاب لکھی ہے اگر آپ کو ان کی تحریر شدہ کتاب ملے تو امید ہے کہ آپ ایک نسخہ میرے لئے بھی حاصل کریں گے۔

مصنف تحفہ دہلی کے رہنے والے تھے اور ہر قسم کی سہولت ان کو فراہم تھی نزہۃ کی جلدیں بھی ان کی نگاہ سے گذر چکی تھیں مگر مقابلے و مناظرے کی ہمت نہ ہوئی۔ فاضل رشید نے مسئلہ طہارت "خمر و جمع بین العلوقین" کے متعلق چند شبہات لکھ کر شہید رابع کی خدمت میں بھیجے۔ علامہ صاحب نے ان کے جوابات میں ایک خط نہایت ذہانت اور ظرافت کے ساتھ تحریر کیا جب وہ خط فاضل رشید کو ملا تو انھوں نے ایک رسالہ جس کا نام "عزۃ الراشدین" لکھا۔ شہید رابع نے اس کا جواب دینا وقت کا زیاں سمجھا مگر عالم و محقق حکیم باقر علی خاں نے اس کا جواب دیا ان کے علاوہ اور حضرات نے بھی تفصیلی جواب لکھا جو سیف الصادقین کے نام سے مشہور ہے۔

علامہ مفتی محمد قلی خاں صاحب طاب ثراہ نے نزہۃ اثناعشریہ کے اکثر مقامات پر حاشیے تحریر کئے ہیں اور اصل صواقع کی پوری عبارتیں اس ثبوت میں تحریر کر دی ہیں کہ یہ تحفہ شاہ صاحب سے نقل کی گئی ہیں۔

زائچہ ولادت صاحب الامر علیہ السلام مشکل مقامات سے ہے۔ لیکن اس مقام پر نہایت مفید ہدایت درج ہیں چوتھے اور نویں باب کی تصحیح خود کی تھی۔ جس کی جلدیں شہید رابع کے کتب خانے سے چوری ہوگئیں دوسری مرتبہ پھر ان کو نقل کروایا اور کئی جلدیں اپنے ہاتھ سے لکھیں۔

یہ واقعات موجودہ زمانے کے لئے سبق آموز ہیں اس زمانے کے علماء اپنے ہمعصروں کا کس قدر احترام کرتے تھے اور ان کی تصنیفات کی اشاعت اور تکمیل اور تصحیح کا کس قدر اہتمام کرتے تھے۔ تزکیۂ نفس اور قلب کی پاکیزگی کی یہ بہترین مثالیں ہیں جو آج کے دور میں ناپید ہوکر رہ گئی ہیں۔

جناب سلطان العلماء جن کی قابلیت سے سب آشنا تھے۔ حکمراں عزت کرتے تھے۔ آپ نے کتاب کی اشاعت اور تصحیح میں جو کوششیں کی ہیں وہ حد تحریر سے باہر ہیں۔ اتفاقاً مفتی محمد قلی خاں صاحب کے نام سلطان العلماء کے چند خطوط موجود ہیں جن سے اس کتاب نزہۃ اثناعشریہ کی خوبیوں کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

محترم قارئین ان خطوط سے اس کتاب کی عظمت کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ سب

سے بڑا شرف اس گرانقدر تصنیف کو یہ حاصل ہے کہ اس کتاب کی وجہ سے مرزا محمد صاحب درجہ شہادت پر فائز ہوئے اور شہید رابع کہلائے۔

نزہتہ اثنا عشریہ جو آج کل دستیاب ہے اس میں صرف پانچ ابواب کا جواب ہے۔

اول، سوم، چہارم، پنجم، نہم۔ ان پانچ ابواب کی تفصیل درج ذیل ہے۔

باب اول میں دعویٰ حدوث، مذہب اہل حق کی رد کی گئی ہے۔ یعنی مذہب شیعہ جدید ہے قدیم نہیں اور اہل تشیع کے مختلف فرقوں کا ذکر ہے

اس باب کا صحیح ترین نسخہ کتب خانۂ فردوسیہ میں موجود ہے جس میں تقریباً اٹھارہ ہزار بیت ہیں۔

اس جلد میں تقریباً چار ہزار بیت ہیں اور صحیح ترین نسخہ کتب خانۂ فردوسیہ میں محفوظ ہے

اصل مسودہ جو شہید رابع کا لکھا ہوا تھا اور خط شکست میں تحریر تھا اس میں بعض مقامات پر جگہ چھوٹی ہوئی تھی اس لئے نقل کی بھی تصحیح نہیں ہو سکی۔

باب چہارم۔ اخبار و رجال و رواۃ کے حالات میں ہے۔ اس باب میں فاضل عزیز نے حدیث ثقلین کا ذکر کیا ہے

اس جلد کے بیشتر نسخے صحیح اور مکمل ملتے ہیں۔ سب سے بہتر نسخہ وہ ہے جس کی تصحیح جناب سلطان العلماء نے اپنی جوانی کے زمانے میں کی تھی اور اکثر

مقامات پر ہدایات اور فوائد بھی تحریر کئے ہیں۔ اس نسخے کی ایک کاپی کتب خانہ فردوسیہ میں بھی محفوظ ہے۔

باب پنجم۔ مسائل الہیات میں ہے

اس جلد کے بھی کامل نسخے اکثر مقامات پر موجود ہیں۔ لیکن صحیح ترین نسخہ مرزا کاظم علی صاحب مرحوم کے پاس تھا جس کی تصحیح خود مصنف شہید رابع نے کی ہے اس جلد میں تقریباً دس ہزار بیت ہیں۔

باب نہم۔ اس میں احکام فقہیہ ہیں اس میں بھی صاحب تحفہ نے ان باتوں کا ذکر کیا ہے کہ جن کو وہ سمجھتے ہیں کہ ان کاموں میں شیعوں نے حدیث ثقلین کی مخالفت کی ہے

اس جلد میں تقریباً بارہ ہزار بیت کے ہیں۔ مولانا السید اعجاز حسین صاحب تحریر کرتے ہیں کہ میں نے جلد اول، چہارم، پنجم، بخط مصنف کتب خانہ وقفیہ مولانا السید علی صاحب میں دیکھی ہیں جن کا خط باوجود روانی نہایت پاکیزہ ہے۔

دیگر تصانیف

(۱) رسالہ در علم" صرف فارسی زبان میں تحریر ہے۔

اس رسالے کا اصلی نسخہ علامہ شہید رابع کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے اور کتب خانہ فردوسیہ میں محفوظ ہے۔

(۲) رسالہ در علم بدیع" مولانا السید اعجاز حسین صاحب قبلہ تحریر کرتے ہیں کہ آپ

کتاب کا اصل مسودہ میں نے خود دیکھا ہے لیکن اس کے نام سے مطلع نہیں ہوا۔

(۴) "نہایت الدرایہ" در علم درایت حدیث شرح، رسالہ وجیزہ مولانا بہاؤ الدین علیہ الرحمہ بزبان عربی یہ بے نظیر تصنیف شہید رابع کی آیات و کمالات سے ہے۔

تمام علماء کا اتفاق ہے کہ علم درایت میں ایسی کوئی کتاب آج تک نہیں لکھی گئی۔ شہید رابع نے اس کتاب میں داد تحقیق و تدقیق دی ہے۔ شیخ کا رسالہ دو ورق سے زیادہ کا نہیں ہے۔ لیکن یہ شرح تقریباً پندرہ ہزار بیت کی ہے۔ اس شرح سے ان کے مختلف علوم و فنون کے کمالات نمایاں ہوئے ہیں۔

اس کتاب کا اصل نسخہ بقلم شہید رابع کتب خانہ فردوسیہ میں موجود ہے۔

(۵) تاریخ العلماء، نزہۃ اثنا عشریہ کے باب سوم میں جہاں علمائے امامیہ کا تذکرہ کیا ہے اس کتاب کا حوالہ شہید رابع نے دیا ہے۔

(۶) "تنبیہ اہل الکمال" اس کتاب میں جھوٹ گڑھنے والے، ناواقف، ضعیف (خارجی، ناصبی، قدریہ اور مرجیہ) فرقے سے تعلق رکھنے والے راویوں کے نام تحریر کئے ہیں۔ جس کو شہید رابع نے "تقریب ابن حجر عسقلانی" سے حاصل کیا ہے اور نزہۃ کے باب چہارم میں بھی اس کا حوالہ دیا ہے۔ اس کتاب میں تقریباً چھ ہزار بیت ہیں۔

(۷) رسالہ "ایضاح المقال فی توجیہ اقوال الرجال۔" اس رسالے میں اقوال رواۃ احادیث امامیہ کی توجیہ کی ہے

(۸) رسالہ فلسفہ

(۹) تتمہ نزہۃ باب فقہیات اس رسالہ کو لوگوں نے نزہۃ میں شامل نہیں کیا۔ اس میں تعصبات اہل سنت کا تذکرہ ہے۔ مثلاً (۱) محبت اہل بیت لازم نہیں ہے (۲) درود میں لفظ آل خارج کر دیا گیا (۳) حاکم نجاشی خاتمہ عبد اللہ بن ابی شرح مرتبہ ہے (۴) یزید کو خلیفہ تسلیم کرنا (۵) حکم ولید پر ایمان اور اطاعت واجب (۶) حکم بخش خاتمہ حجاج ابن یوسف۔ (۷) روز عاشورہ کو عید ماننا (۸) سجدہ شمس و قمر (۹) منی کا پاک جاننا (۱۰) آب مستعمل وضو کو نجس جاننا، اس قسم کے عجیب و غریب مسائل کا تذکرہ ہے۔

(۱۰) منتخب کنز العمال ملا علی متقی۔ جس میں امامت جناب امیر سے متعلق احادیث تحریر کئے ہیں۔

(۱۱) منتخب فیض القدیر شرح جامع صغیر از مصنفات مناوی: اس کی چار جلدیں ایک ہی جلد میں ہیں جس میں اندازاً پندرہ ہزار بیت ہوں گے کتب خانہ فردوسیہ میں محفوظ ہے۔

(۱۲) منتخب انساب سمعانی" اس کتاب میں حافظین اور محدثین کے ترجمے نکال کر انساب کا تذکرہ کیا ہے۔ یہ تصحیح انساب کے لئے نہایت مفید ہے۔

(۱۳) رسالہ بداء" جس کا حوالہ نزہۃ اثنا عشریہ کی پانچویں جلد میں دیا ہے۔

(۱۴) رسالہ مسئلہ رویت

(۱۵) منتخب کتب کثیرہ اہل سنت "مولانا سید اعجاز حسین صاحب قبلہ تحریر کرتے ہیں کہ اس کا کافی ذخیرہ نااہل لوگوں کے ہاتھوں سے برباد ہوگیا مگر حسب ذیل کتابوں کا انتخاب میری نظر سے گزرا ہے۔

صحیح بخاری، صحیح مسلم، صحیح ترمذی، صحیح نسائی، سنن ابوداؤد، موطائے مالک نقاوۃ التصوف، رجوع الفرع الی الاصل از شرف الدین، تلمیذ شاہ ولی اللہ، فتاوی ولوالجی، فتاوی حمادی، اتقان سیوطی، طبقات حنفیہ، ملا علی قاری رحمۃ الامہ شعرانی شرح مواقف، شرح یزدوی، منہاج شرح صحیح مسلم از نووی، رجال مشکوۃ شیخ عبدالحق دہلوی، رجال، صحیحین از ملا علی قاری، کتاب السیاسۃ الامامہ ابن قتیبہ رسالہ فخر الدین، سیل الہدی، تاریخ بدار فی تاریخ خمیس فی احوال النفس النفیس، تاریخ یافعی، تاریخ ابن خلکان، شرح، نسب نامہ سرور کائنات، حلیۃ الاولیا لابی نعیم الاصفہانی، مسند احمد حنبل، تاریخ طبری، رسالہ تحقیق مذہب شیخ الرئیس جمع بین الصحیحین حمیدی، شرح مسند شافعی، متفق و تفریق، فتاوی عالمگیریہ، مختصر وقایہ، کافی، ہدایہ، فتح الباری شرح بخاری، ارشاد الساری شرح بخاری، مدارج النبوۃ، معارج النبوۃ، نجم وہاج، شفائے قاضی عیاض، جامع الاصول، استیعاب ابن عبدالبر، شرح مشکوۃ شیخ عبدالحق، معالم التنزیل، روضۃ الصفا، روضۃ الاحباب حبیب السیر، شرح برجندی بر مختصر وقایہ، تذکرہ ہفت منظوم، کفایہ، کتاب الادب بخاری، شاہ جہاں نامہ، تاریخ الخلفاء سیوطی، ملل و نحل شہرستانی، شرح مقاصد

علامہ تفتازانی،

(۱۶) کتاب در فن طب۔

مفتی محمد قلی خان صاحب سے تعلقات و مراسلات

شہید رابع اور مفتی صاحب کے درمیان بے حد رسم و راہ تھے اکثر خط و کتابت ہوا کرتی تھی کبھی کبھی مومنین کی سفارش بھی مفتی محمد قلی خاں صاحب سے کیا کرتے تھے۔ یہ خطوط اب تک کتب خانۂ فردوسیہ میں محفوظ ہیں۔

مخالفین کا عناد

جناب مولانا السید اعجاز حسین صاحب قبلہ مرزا امیر علی کی زبانی تحریر کرتے ہیں کہ جس زمانے میں شہید رابع کتاب تحفہ اثنا عشریہ کا جواب لکھنے میں مصروف تھے مخالفین میں حسد کی آگ بھڑک رہی تھی چنانچہ چند آدمیوں نے آپ کے قتل پر عہد و پیمان کیا اور باہم قسم کھا کر اپنے کمینے ارادے پر کمر باندھی۔

شہید رابع رات کو مطالعہ کتب و تحریر کے بعد تنہا سویا کرتے تھے۔ آپ کے مکانات سے متصل ان مخالفین کے مکانات تھے ایک رات کو لوگ جمع ہو کر شہید رابع کے کمرے میں داخل ہوئے اور تلواروں سے آپ کے بستر پر حملہ کر دیا اور سمجھے کہ آپ کو قتل کر دیا لیکن اتفاق سے اس رات کو شہید رابع مطالعۂ کتب میں دوسری جگہ مصروف تھے اور ان کے بستر پر مرزا علی صاحب جو ان کے

بھانجے تھے لیٹے ہوئے تھے جب تلواریں ان پر لگیں اور مرزا علی کی آواز دو فریاد
شہید رابع کے کان تک پہونچی تو آپ اپنے حجرے سے جہاں کچھ تحریر فرمارہے
تھے باہر تشریف لائے اور آدمیوں کو جگایا۔

واقعہ قتل

جناب مولانا السید اعجاز حسین فاضل اجل مرزا امیر علی خان شاہجہاں آبادی
شاگرد شہید رابع کی زبانی یہ واقعہ تحریر کرتے ہیں کہ نواح دہلی میں ایک شخص
امیر و کبیر بادشاہ وقت سے خاص قرابت رکھتا تھا۔ تعصب کا خون اس کی رگ
رگ میں موجزن تھا۔ ہمیشہ اطفائے نور الہی میں سرگرم رہتا تھا۔ جب شہید
رابع کی کتاب نزہۃ اثنا عشریہ شائع ہوئی اور حقیقت کا انکشاف ہوا تو سب
سے زیادہ مذکورہ شخص متاثر ہوا۔ اور مختلف مکر و حیلہ سے شہید رابع کو مخفی طریقوں
سے ضرر پہونچانے کی کوششیں کیں مگر کامیابی نہ ہوئی مجبوراً اپنے آپ کو بیمار
ظاہر کیا اور بادشاہ دہلی کو ایک عرضی اس مضمون سے بھیجی کہ حضور والا سے میرے
علاج کے واسطے کسی ماہر طبیب کو مقرر فرمادیں۔ دو دن بعد پھر ایک خط لکھا
کہ اگر بادشاہ سلامت کو یہ منظور ہے کہ فریادی کچھ دن اور زندہ رہے تو
سلطان الحکماء علامہ مرزا محمد کو میرے علاج کے واسطے حکم کردیں۔ یا جناب والا
میری زندگی سے دست بردار ہوجائیں۔ بادشاہ جو اس راز سے بے خبر تھا

اس نے شہید رابع سے ایک فرمان کے ذریعے کہا کہ اب آپ فلاں شخص کے
علاج کے لئے جائیں۔ شہید رابع چونکہ اس شخص کے ارادے سے واقف
تھے اتمام حجت کی خاطر انکار کردیا مگر جب بے حد تقاضا و اصرار حکومت کی
طرف سے ہوا تو ناچار آیت رضا بقضائہ و تسلیماً لامرہ۔ کہہ کر آمادہ سفر ہوئے
رخصت کے وقت سب سے فرمایا کہ غالباً داعی اجل نے اس سفر میں مجھ کو دعوت
دی ہے۔ لہذا اس کو وداع آخری سمجھنا چاہیئے۔ میں ہر شخص کے حقوق سے
بری الذمہ ہونا چاہتا ہوں۔ آخر جو کہا تھا وہی ظاہر ہوا اس مکار نے علامہ صاحب
کو زہر دغا سے شہید کیا۔"

مرزا محمد تقی صاحب رسالہ دار جو شہید رابع کے مخلصین میں سے تھے
تحریر کرتے ہیں۔ لاش دہلی لائی گئی اور پنجہ شریف میں مدفون ہوئے۔ وقت وفات سن
شریف پچاس سے زیادہ تھا۔

ایک خواب

فاضل مرحوم مرزا امیر علی بیان کرتے ہیں کہ میں اپنے گھر میں سو رہا تھا۔
خواب میں دیکھا کہ سردار اصفیا حضرت علیؑ کا تابوت جا رہا ہے اور حسنین علیہما السلام
ساتھ ساتھ ہیں۔ بہ حالت خواب میں مجھ پر رقت طاری ہوئی اور رونے کی آواز
سن کر گھر میں مجھے کسی نے جگادیا۔ جب میری آنکھ کھلی تو مجھ سے رونے کا سبب
پوچھا میں نے خواب بیان کرنا شروع کیا۔ ابھی خواب بیان کر رہا تھا کہ ایک
عورت شہید رابع کے مکان سے آئی اور آواز دی میں اس کی آواز سن کر حیران

ہوا کہ اتنی رات گئے خلاف معمول کون آیا ہے عرض کر دہ عورت اندر آئی اور اس نے کہا کہ حکیم صاحب کی لاش آئی ہے جہاں گئے تھے وہاں ان کو زہر دے کر شہید کر دیا گیا۔ میں اسی وقت سراسیمہ و پریشان شہید رابع کے مکان پر گیا اور خان والاشان سعادت علی خان شاگرد شہید رابع کی ہمراہی میں مشغول تجہیز و تکفین ہوا جس وقت شہید رابع کا جنازہ اٹھایا گیا تو مجمع کی کیفیت اور ہیئت کذائی بالکل وہی تھی جو میں نے خواب میں دیکھی تھی۔ یمین و یسار میں مجھے خواب میں جو مقدس صورتیں نظر آئی تھیں وہی بیداری میں بھی دیکھیں۔

مرقد مطہر

دہلی میں پنجہ شریف ایک مقام ہے جہاں لوگوں کا اعتقاد ہے کہ امیرالمومنین کی انگلیوں کا نشان موجود ہے اور بھی مومنین کی قبریں ہیں وہیں اس علامہ روزگار شہید رابع کے جسم مقدس کو سپرد خاک کیا گیا۔ ذیل کا قطعہ تاریخ سنگ مرقد پر کندہ ہے:

آں میرزا محمد و آں ہادی علوم ۔۔۔ حامی دین شیر زاد اولاد مصطفےٰ
جاں بس وحید درتق دین محمدی ۔۔۔ از نطق روح پرور انفاس جانفزا

شد جان زتن بروں خرد گفت سال او
در شیونش بگریہ بگو وا محمدا

نایاب کُتب

بہت سے علماء، فقراء، شعراء و دیگر حضرات نے اپنی پوری زندگی صرف کر کے محمدؐ و آلِ محمدؐ کے پیغام اور اسلام کی سربلندی کے لئے گراں قدر کتابیں لکھیں جو وقت کے دھارے میں ہماری نگاہوں سے اوجھل ہو گئیں اور اب اُن کا نام جاننے والے بھی کم رہ گئے ہیں۔ اگر ان کو دوبارہ زندہ نہ کیا گیا تو یہ بہت بڑا قومی و مذہبی نقصان ہوگا۔ ایسی چند کتب کے نام تحریر کئے جا رہے ہیں۔ اپنے مرحومین کے ایصالِ ثواب کے لئے اس سے بہتر اور کیا ہو سکتا ہے کہ ان کا نام کسی ایسی تحریر سے وابستہ ہو جائے جو مذہب حقہ کے بارے میں ہو اور جس کو سیکڑوں لوگ پڑھیں اور اس سے استفادہ اٹھائیں۔ یہ کتابیں آپ خود شائع کر سکتے ہیں اور اگر اس سلسلہ میں کسی مدد یا خدمت کی ضرورت ہو تو ادارے سے رابطہ قائم کریں۔

۱۔ تجلیات (سوانح حیات مفتی محمد عباس) (۸۲۰ صفحات)
(عزیز لکھنوی)

۲۔ مجاہد اعظم۔ (۵۰۰ صفحات)
(شاکر حسین امروہوی)

۳۔ تقیہ۔ (۱۰۰ صفحات)
(مولانا سید حامد حسین)

۴۔ انتصار (۲۰۰ صفحات)
(مولانا سید راحت علی)

۵۔ ردّ التحفہ (۱۵۰ صفحات)

(مولانا سید محمد حیدر)

۶۔ الولی (۲۵۰ صفحات)

(مولانا سید فرمان علی)

۷۔ فلسفۂ اسلام (۳۰۰ صفحات)

(علامہ ہندی)

۸۔ نہج البلاغۂ امام صادقؑ (۲۱۰ صفحات)

تالیف: شیخ عبد الرسول

ترجمہ: مولانا سید مرتضیٰ حسین

۹۔ مراثی انیس (۶ جلدیں)

۱۰۔ مفتاح القرآن (دیباچۂ ترجمۂ قرآن مقبول احمد صاحب) (۱۹۰ صفحات)

(مقدمہ) مولوی سید کلب حسین

۱۱۔ علم بداء (ماخذِ بداء) (۲۵۰ صفحات)

(مولانا سید راحت حسین)

۱۲۔ العدل (۲۱۰ صفحات)

انجمنِ دار التالیف، لکھنؤ

۱۳۔ تفصیلِ امیر المومنینؑ (۸۰ صفحات)

محققِ اہلِ سنت مولانا عتیق نظامی (حنفی)

۱۴۔ اعجاز التنزیل۔ (۵۰۰ صفحات)

(قرآنِ مجید کے لفظاً و معناً کلام اللہ ہونے کے ثبوت میں)

خلیفہ سید محمد حسن خان بہادر

۱۵۔ کشف الاسرار۔ (۳۰۰ صفحات)

مولانا سید سبطین سرسوی

۱۶۔ سلسبیلِ فصاحت (ترجمہ و شرح نہج البلاغہ) (۳۰۰ صفحات)

ظفر مہدی نقوی

۱۷۔ انوار المطالب (۲۲۰ صفحات)

شیخ احمد حسین

۱۸ علوم القرآن (۲۱۵ صفحات)

مولانا سید محمد ہارون

۱۹۔ دفترِ ماتم (۲۵ جلدیں)

مرزا دبیر

مراثی دلگیر	۶ جلدیں	مراثی رشید	۲ جلدیں
مراثی خلیق	۷ جلدیں	مراثی فائق	۲ جلدیں
مراثی فصیح	۳ "	مراثی ادیب	۲ جلدیں
مراثی ضمیر	۲ "	مراثی تعشق	۳ جلدیں
مراثی مونس	۶ "	مراثی عشق	۴ "
مراثی انس	۲ "	دفتر ماتم دبیر	۲۵ "
مراثی وحید	۲ "	مراثی علی میاں کامل	۵ "
مراثی نفیس	۵ "	مراثی انیس	۶ "

شہیدِ خامس

آیت اللہ سید محمد باقر الصدرؒ

آیت اللہ سید محمد باقر الصدر، نجف اشرف کے اس عظیم علمی خانوادے کے فرد تھے جس میں ہر دور میں باعمل، فعال اور انقلابی رہنما پیدا ہوتے رہے ہیں۔ آپ کے بزرگوں نے مدتوں امت اسلامیہ کی قیادت و رہبری کی ہے اور مختلف علمی و اصلاحی تحریکوں میں حصہ لیا ہے۔

آقائے باقر الصدر کی تربیت ابتدائی طور پر اپنے خاندان ہی میں ہوئی اور اسی خاندان کے بزرگوں نے اپنے اس باشعور فرزند کو علم و ادب سے آراستہ کیا۔ ابتدائی علوم کی تکمیل کے بعد آپ نے تحقیق و تدقیق کے میدان میں قدم رکھا اور اس شان سے قدم رکھا کہ آپ کے اساتذہ بھی آپ کی علمی جلالت و ذہانت کے مداح تھے۔

علمی و فکری جہاد جو آپ کا خاندانی ورثہ تھا اس میں آپ نے نہایت کم عمری ہی سے حصہ لینا شروع کر دیا تھا اور اسلام کے فکری نظام اور تاریخ اسلام کے مختلف پیچیدہ ترین موضوعات پر آپ نے تحریر و تقریر کے ذریعے نہایت عالمانہ مقالے اس وقت سے پیش کرنا شروع کر دیے تھے جب کہ ابھی آپ

عنفوانِ شباب میں بھی داخل نہ ہوئے تھے۔ چنانچہ آپ نے تاریخ اسلام کے ایک اہم مسئلہ فدک پر فقط گیارہ برس کی عمر میں ایک استدلالی گراں قدر تحقیقی کتاب "الفدک فی التاریخ" کے نام سے تحریر فرمائی۔

۱۳۶۵ھ مطابق ۱۹۴۶ء میں آپ شہر مقدس کاظمین سے حوزۂ علمیہ نجفِ اشرف تشریف لائے، نجفِ اشرف پہنچنے کے تھوڑے ہی عرصے کے اندر آپ کی خداداد صلاحیتوں کو ایسی جلا ملی کہ کم سنی کے باوجود آپ نے علم منطق کا درس پڑھانا شروع کر دیا اور اس فن میں ایک نہایت اہم کتاب بھی تحریر فرمائی۔ [illegible]ھ سے قبل فقط [illegible] برس کی عمر میں درس خارج پڑھانا شروع کر دیا تھا اور دیکھتے ہی دیکھتے آپ کے حلقۂ درس میں تشنگانِ علم جوق در جوق شامل ہونے لگے اور تھوڑا عرصہ نہ گزرا تھا کہ مسجدِ طوسی (جہاں آپ درس دیا کرتے تھے) آپ کے شاگردوں سے چھلکنے لگی اور اگرچہ آپ کے شاگردوں میں بیشتر تعداد ان ہی اہل علم کی ہوتی تھی جو فقہ و اجتہاد کے ابتدائی مراحل طے کر چکے ہوتے تھے

آپ کی ذہنی استعداد کا یہ عالم تھا کہ مقدمات و سطوح کی متعدد نصابی کتب بغیر کسی استاد کے خود ہی حل کر لیتے تھے اس طرح ترقی کی منازل طے کرتے ہوئے علم الاصول فقہ کی مشہور کتاب "معالم الاصول" کا درس اپنے برادرِ محترم سے حاصل کرنے لگے اور بہت جلد اس کتاب پر آپ کی گرفت اتنی مضبوط ہو گئی کہ آپ اس کتاب کے مطالب پر ناقدانہ طریقے سے اپنا نکتۂ نظر پیش کرنے لگے اس سلسلے میں آپ نے "المعالم الجدیدہ" کے نام سے کتاب تحریر فرمائی جو نجفِ اشرف اور قم جیسے بین الاقوامی علمی دائروں کے نصاب میں داخل ہے۔

آقائے باقر الصدر ان نابغۂ روزگار علماء و محققین میں سے ہیں جنھوں نے فقہ و اصول کے علاوہ دیگر علوم و فنون میں بھی علم و تحقیق کے دریا بہائے ہیں اور فلسفہ و اقتصاد سے متعلق ایسی گراں بہا کتب تصنیف فرمائیں جن کی نظیر لانا مشکل ہے۔ اپنی خداداد صلاحیتوں کو دینِ اسلام کی خدمات اور افکارِ اسلامی کی

نشر و اشاعت کے لئے وقف کرکے نہایت کمسنی میں شرق و غرب عالم سے اپنی قابلیت کا لوہا منوایا۔ اور غیر اسلامی خیالات کے خلاف جہاد کو اپنی زندگی کا سب سے اہم نصب العین قرار دے کر یہ واضح کیا کہ اسلام اتنی گرانقدر نعمت ہے کہ اسکی نشر و اشاعت کیلئے جان جیسی متاع عزیز قربان کی جا سکتی ہے۔

ملت اسلامیہ کے حقیقی مسائل اور ان کے حل کے سلسلے میں بھی آپ غور و فکر کرتے رہتے تھے۔ آپ دنیا بھر کے مظلوم و محکوم مسلمانوں کی آزادی و استقلال کے خواہشمند تھے۔ ملت اسلامیہ کی زبوں حالی اور اغیار کے تسلط سے نجات کی واحد راہ "اتحاد بین المسلمین" کو قرار دیتے تھے۔

عراق کی بعث پارٹی اسلام کو نئی نسل کے ذہن سے مٹانے پر کمربستہ تھی۔ آقائے باقر الصدر نے فکری میدان میں اور اجتماعی تنظیمی طریقہ کار کو اختیار کرتے ہوئے ان کے نظریات اور سیاسی قوت پر کاری ضرب لگائی۔ اور آپ نہایت پامردی سے اپنے دینی مشن کو آگے بڑھاتے رہے۔ یہاں تک کہ قید و بند، تحریر و تقریر اور ملاقاتوں پر پابندی بھی آپ کے افکار کی پرواز کو نہ روک سکی اور عراق کے مظلوم عوام آپ کے بلند کئے ہوئے پرچم حریت کے تلے جمع ہونے لگے۔

عراق کے ظالم حاکم صدام نے آپ کو بغداد کے تاریک زندان میں قید کر دیا اور آخر وقت کے فرعون صدام نے ۲۳ جمادی الاول ۱۴۰۰ھ مطابق ۹ اپریل ۱۹۸۰ء کو اس شمع علم و ادب کو ہمیشہ کے لئے گل کر دیا۔ آقائے باقر الصدر کے ساتھ آپ کی ہمشیرہ آمنہ بنت الہدیٰ کو بھی نہایت بیہمانہ طور پر شہید کر دیا۔

آقائے باقر الصدر کی عمر مبارک شہادت کے وقت ۴۷ برس سے زیادہ نہ تھی لیکن

آپ نے اس مختصر عرصے میں تالیف و تدوین، تحقیق و تدقیق اور قیادت و رہبری جیسے فرائض انجام دیئے۔ حالات کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ عہد حاضر میں عالم اسلام میں استاذ دین، دانشمند، مفکر اور باصلاحیت انسان کوئی دوسرا نہیں۔

آقائے باقر الصدر نے بکثرت علمی و اسلامی موضوعات پر گرانقدر کتابیں تالیف فرمائیں جن میں سے مندرجہ ذیل کتابیں خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

(۱) فدک فی التاریخ

اس کتاب کا اردو ترجمہ "فدک فی تاریخ کی روشنی میں" سرفراز قومی پریس لکھنؤ (انڈیا) سے شائع ہوا تھا۔ آقائے باقر الصدر نے تاریخ اسلام کے اس حساس ترین مسئلہ پر تجزیہ و تحلیل کے ساتھ نہایت مفصل بحث فرمائی ہے۔

(۲) غایۃ الفکر فی علم الاصول

آقائے باقر الصدر نے اس کتاب میں علم الاصول کے انتہائی پیچیدہ مسائل کو چھیڑا ہے۔ اور بڑے عمدہ پیرائے میں ان پر بحث فرمائی ہے

(۳) فلسفتنا

یہ کتاب ۱۹۵۹ء میں مکمل ہوئی۔ آقائے باقر الصدر نے اس کتاب میں اس مسئلہ سے

بحث کی ہے کہ اس کائنات میں انسان اگر بہتر زندگی گزارنا چاہتا ہے تو اسے کسی نظام کو اپنانا چاہیے۔ اس کے ساتھ ساتھ اس نظام زندگی کی بھی نشاندہی کی ہے۔ جو انسانیت کو خوش بختی اور امن و آشتی کی زندگی میسر کر سکتا ہے۔ اس کتاب کا انگریزی ترجمہ OUR PHILOSPHY کے نام سے لندن سے شائع ہو چکا ہے۔ اس سے قبل اس کتاب کا فارسی ترجمہ بھی شائع ہوا تھا۔

(۴) اقتصادنا

آقائے باقر الصدر نے اس کتاب میں کمیونزم، سوشلزم اور کیپٹلزم وغیرہ کی خرابیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے یہ ثابت کیا ہے کہ یہ تمام نظام معاشرے کو عدل و مساوات پر چلانے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ نیز یہ نظام انسانی معاشرے کے لیے سم قاتل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ آقائے باقر الصدر نے اسلام کے اقتصادی نظام کو نہایت تفصیل کے ساتھ پیش کرتے ہوئے یہ ثابت کیا ہے کہ اسلام کے عادلانہ معاشی و اقتصادی نظام کو اگر دنیا بھر میں رائج کر دیا جائے تو نہ صرف مذہبی نکتہ نظر سے دین کا ایک اہم تقاضا پورا ہوگا بلکہ دنیاوی نقطۂ نظر سے بھی انسانیت کی ایک اہم ضرورت پوری ہوگی۔ اور اس عادلانہ نظام کی برکات سے پورا عالم انسانیت فیضیاب ہوگا۔ مولف نے اس کتاب کو دو بڑے حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ پہلے حصے میں سرمایہ داری اور مارکسی نظام کو پیش کیا گیا ہے اور دوسرے حصے میں اسلام کے اقتصادی نظریہ کو واضح کیا گیا ہے۔ اس کتاب کا انگریزی

فارسی اور ترکی زبانوں میں ترجمہ طبع ہو چکا ہے، اور اردو زبان میں یہ کتاب "ہمارے اقتصادیات" کے نام سے شائع ہو چکی ہے۔

(۵) الفتاویٰ الواضحۃ

یہ کتاب آقائے باقر الصدر کا رسالہ عملیہ (توضیح المسائل) ہے۔ آپ نے اس رسالہ عملیہ کو جدید و منفرد انداز سے پیش کیا ہے اور فقہی احکامات کو نہایت سادہ اور عصری تقاضوں کے مطابق نہایت عمدہ اسلوب میں تحریر کیا ہے اور آخر میں اس رسالہ میں احکام شرع کی حکمت و فلسفہ کو بھی صراحت کے ساتھ بیان کیا ہے۔

(۶) الاسس المنطقیۃ للاستقراء

آقائے باقر الصدر نے اپنی اس کتاب میں استقرائی منطق کی بنیادوں پر سیر حاصل بحث کرتے ہوئے قدیم یونانی انداز استدلال کی اصطلاحات کی قید سے آزاد ہو کر علم منطق کو جدید نظریات اور فلسفہ اور سائنس کے حوالے سے سمجھانے کی بھرپور کوشش کی ہے۔

(۷) البنک اللاربوی فی الاسلام

اس کتاب کا اردو ترجمہ "اسلامی بینک" کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ یہ بھی اپنی

نوعیت کی پہلی کتاب ہے کیونکہ آقائے باقر الصدر نے اس کتاب کو ان تمام تالیفات سے بلند کر دیا ہے جو بینک کے نام پر صرف سود کی حرمت کی وضاحت کر کے خاموش ہو گئی ہیں اور بینک کے موضوع کو تفصیل کے ساتھ بیان نہیں کر سکی ہیں۔

آقائے باقر الصدر کی دیگر کتابوں کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔

(۸) اہل بیت تنوع ادوار و وحدت ہدف (۹) بحث حول الولایۃ (۱۰) الانسان المعاصر والمشکلۃ الاجتماعیۃ (۱۱) ماذا تعرف عن الاقتصاد الاسلامی (۱۲) بحث حول المہدی (۱۳) مدرسۃ القرآنیہ (۱۴) المرسل والرسول والرسالۃ (۱۵) نظرۃ عامۃ فی العبادات (۱۶) المعالم الجدیدۃ (۱۷) دروس فی علم الاصول (۱۸) بحث فی شرح العروۃ الوثقیٰ (۱۹) الاسلام یقود الحیاۃ (۲۰) خلافۃ الانسان وشہادۃ الانبیاء (۲۱) لمحۃ فقہیۃ عن دستور الجمہوریۃ الاسلامیۃ (۲۲) رسالتنا (۲۱ مقالات کا مجموعہ)